Der Westoestliche Divan

(۱۷۴۹ء ـــ ۱۸۳۲ء)

مترجم: میاں غلام قادر

نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد

شاعر المانوی گوئٹے کا

''دیوان شرق و غرب''

(Der Westoestliche Divan)

(۱۷۴۹ء.................۱۸۳۲ء)

مترجم

میاں غلام قادر

نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد

Goethe

(1749 —— 1832)

شاعر المانوی گوئٹے کا "دیوانِ شرق وغرب"۔ Der Westoestliche Divan

جس کے جواب میں سو سال بعد حضرت علامہ محمد اقبالؒ نے "**پیامِ مشرق**" تحریر فرمائی۔

صبا بہ گلشن ویمر سلام ما برساں　　که چشمِ نکته وراں خاک آں دیار افروخت

(پیامِ مشرق-اقبالؒ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رب السموات والارض وما بینهما ورب المشارق

(آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں اور مشرقوں[1] کا رب وہی ہے۔)

(الصفت ۳۷)

آیت ۔۵

نگارِ من کہ بمکتب نرفت و خط ننوشت
بہ غمزہ مسئلہ آموزِ صد مدرّس شد

(میرا محبوب جو نہ مکتب گیا نہ اس نے لکھنا سیکھا' اپنی ادا سے سو مدرّسوں کو مسئلہ سکھانے والا ہو گیا)

(حافظ شیرازی)

---

[1] مشارق و مغارب کا رب۔

انتساب

محترم جناب شفیق[1] الرحمٰن کے نام

ان کی باتوں میں گُلوں کی خوشبو

---

[1] آہ! آن قدح بشکست و آن ساقی نماند

☆ Goethe's old interest in the enrichment of Western civilization through the incursion of the Arabs into Spain in the Milddle Ages, was revived by......the gift of a page of a koran MS., which was brought back by some Weimar soldiers who had taken part in the Spanish campaign. He obtained a translation and explanation of the text through Eichstaedt and laboriously tried to fashion the Arabic characters himself. It contained a prayer, no doubt pregnant with meaing at the time for Goethe:(-)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قل اعوذ برب الناس. ملک الناس. الہ الناس. من شر الوسواس الخناس. الذی یوسوس فی صدور الناس. من الجنۃ والناس.

(شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ آپ کہہ دیجئے! کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ میں آتا ہوں۔ لوگوں کے مالک کی۔ لوگوں کے معبود کی (پناہ) میں وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے (خواہ) وہ جن میں سے ہو یا انسان میں سے)

(سورۃ الناس)

☆ (Notes to Goethe's poems vol-II (1786-1832) Oxford 1958) by James Boyd (page 174)

فہرست

(شاعر المانوی گوئٹے اقبال کی نظر میں)

پیر مغرب شاعر المانوی   آن قتیلِ شیوہ ہائے پہلوی
بَست نقشِ شاہدانِ شوخ و شنگ   داد مشرق را سلامے از فرنگ
در جوابش گفتہ ام پیغامِ شرق   ماہتابے ریختم بر شامِ شرق
تا شناسائے خودم، خود بین نیم   با تو گویم او کہ بود و من کیم
اوز افرنگی جواناں مثل برق   شعلۂ من از دم پیران شرق
او چمن زادے، چمن پروردہٴ   من دمیدم از زمینِ مردہٴ
او چو بلبل در چمن "فردوس گوش"   من بصحرا چون جرس گرمِ خروش
ہر دو دانائے ضمیرِ کائنات   ہر دو پیغامِ حیات اندر ممات
ہر دو خنجر صبح خند، آئینہ فام   او برہنہ، من ہنوز اندر نیام
ہر دو گوہر ارجمند و تا بدار   زادۂ دریائے نا پیدا کنار
او ز شوخی در تہ قلزم تپید   تا گریبانِ صدف را بر درید
من بہ آغوشِ صدف تا بم ہنوز   در ضمیرِ بحر نایا بم ہنوز

(پیامِ مشرق کی پہلی نظم)

دیباچہ

المانوی شاعر گوئٹے کے معروف دیوان شرق وغرب کا اردو ترجمہ میاں غلام قادر نے بڑی محنت سے کیا ہے۔ اگرچہ ترجمہ نثر میں ہے پھر بھی یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ گوئٹے کی حافظ شیرازی کے ساتھ کسقدر گہری فکری وابستگی تھی۔

گوئٹے کو برصغیر میں متعارف کرانے والی شخصیت دراصل علامہ اقبال تھے جو طالب علمی کے زمانہ میں ہائیڈل برگ میں اپنے قیام کے دوران اس کی شخصیت اور کلام سے بے حد متاثر ہوئے۔ یہاں تک کہ پیام مشرق کی ہیئت میں گوئٹے کے مغربی دیوان کا جواب بھی تحریر فرمادیا۔

اٹھارویں اور انیسویں صدیوں کا یورپ تحریک اصلاح دین، تحریک احیائے علوم اور صنعتی انقلاب کے پس منظر میں سائنس اور عقلیت پرستی کے فروغ کے سبب الحاد کے ایسے دور سے گزرا جس سے اکثر وبیشتر اہل دانش منفی یا مثبت طور پر متاثر ہوئے۔ نطشے جیسے فلاسفر تثلیثی تصور خدا کی اہمیت سے انکاری ہوئے اور ایسے خدا کی موت کے پیامبر بنے۔ دوسری طرف گوئٹے جیسی شخصیات نے اپنے عقیدے کے تحفظ کی خاطر قنوطیت کی بجائے رجائیت کی راہ اختیار کی اور کسی ایسے قابل قبول تصور خدا کی تلاش میں سرگرداں ہوئے جو نہ صرف ان کے عقلی معیار پر پورا اترے بلکہ انسانیت کی روحانی ارتقا کی ضمانت بھی دے۔

فان ہامر کے دیوان حافظ کے جرمن ترجمہ کے مطالعہ سے گوئٹے کو دیوان شرق وغرب لکھنے کی تحریک ہوئی۔ گویا گوئٹے حافظ کی وجودیت سے متاثر ہوا اور اسی وجودیت میں اسے اپنے تصور خدا کی جھلک نظر آئی۔ گوئٹے حافظ کے علاوہ رومی، سعدی، فریدالدین عطار اور فردوسی کے کلام نیز حیات طیبہ اور قرآن مجید کی بعض تعلیمات سے بھی متاثر تھا۔ یہاں تک کہ زندگی کے ایک مرحلہ پر اس نے پیغمبر اسلامؐ پر ایک منظوم تمثیل تحریر کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن صرف ابتدا یہ ہی

لکھ پایا۔ تمثیل کی تکمیل کی نوبت نہ پہنچی۔ اس ابتدائیہ میں حضرت علیؓ اور حضرت بی بی فاطمہؓ کی آپس میں گفتگو کے دوران گوئٹے نبوت کی تشریح کے سلسلہ میں آنحضورؐ کے لیے ''حیات آفریں جوئے آب'' کی تشبیہ استعمال کرتا ہے جس کا کام بہت سے نالے ندیوں کو اپنی آغوش میں لے کر سمندر یعنی خداوند تعالیٰ کی طرف لے جاتا ہے۔ یہ استغراق کا تصور بھی وجودی ہے' توحیدی نہیں۔

بہر حال انیسویں صدی کی ابتدا میں رومانی تحریک نے یورپی زبانوں کے لٹریچر کو متاثر کیا۔ اس زمانہ میں یونان' بلقان' رومانیہ اور البانیہ سب ابھی سلطنت عثمانیہ کا حصہ تھے اور ان ممالک کا شمار مشرق میں ہوتا تھا۔ کوسووا اور البانیہ کے حصے مقامی پاشاؤں کے قبضہ میں تھے جیسے اطالیہ کے حصے بجرے میڈیسی یا دیگر امراء کے خاندانوں کی تحویل میں تھے۔ ان مسلم ممالک کے تمدنوں کی جھلکیاں رومانی تحریک کا حصہ بنیں۔ مثلاً انگریزی ادب میں خاص طور پر رابرٹ براؤننگ کی بعض شعری تخلیقات میں البانوی کلچر کی عکس بندی کی گئی ہے۔

جرمن ادب میں رومانیت نے مشرقی تحریک کی صورت اختیار کی۔ ہیرڈر نے گلہائے چیدہ از کلام شاعران مشرق شائع کی۔ گوئٹے کے دیوان شرق و غرب میں فارسی تشبیہات اور استعارات اس کثرت سے استعمال ہوئے کہ جرمن اشعار میں مشرقی فضا پیدا ہوگئی۔ بعد ازاں روکرٹ' پلاٹن' بوڈن اشٹیٹ' مشلر اور ہائینے نے جرمن ادب میں مشرقی تحریک کو کمال تک پہنچادیا۔ یہاں تک کہ حافظ کے تتبع میں اشعار کہنا جرمن ادب میں بجائے خود ایک تحریک بن گیا۔

مجھے توقع ہے کہ اس ترجمہ کو بڑی دلچسپی اور شوق سے پڑھا جائے گا۔ اے کاش اس دیوان کا ترجمہ اردو یا فارسی شعر میں ہوسکتا اور یوں ہم محسوس کرسکتے کہ گوئٹے کے ذہن و قلب پر مشرقی روح کس طرح اثر انداز ہوئی۔

جاوید اقبال

تعارف

میاں غلام قادر صاحب کا خاندان ہمارے آبائی گاؤں زیارت کا کا صاحب کا ایک ممتاز اور معزز خاندان ہے۔ ٹیلیفون ڈیپارٹمنٹ کے سینئر ریٹائرڈ افسر ہیں۔ جدید ٹیکنالوجی کے ساتھ علمی اور ادبی خاص طور پر اردو فارسی شاعری کا اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں جو آج کل بہت کمیاب ہے۔ لیکن ابھی اس دور کے لوگ خال خال پائے جاتے ہیں، جب سکول اور کالج کی تعلیم سے پہلے گھر میں بچوں کو گلستان و بوستان پڑھائی جاتی تھیں۔ علمی گھرانوں کے بچے فارسی شعر کے ذوق سے خود بھی لطف اٹھاتے تھے اور مجالس میں بھی لطافت اور شیرینی گھولتے تھے۔

میاں غلام قادر صاحب نے شاعر المانوی کے ''دیوان شرق وغرب'' کا اردوئے معلیٰ میں ترجمہ کر کے اردو ادب میں ایک کلاسیک کا اضافہ کیا ہے۔ علامہ اقبال سے تعلق خاطر کی وجہ سے گوئٹے کا نام سنتے آرہے تھے اور ''پیام مشرق'' کے ذریعے یہ بھی جانتے تھے کہ گوئٹے کو مغرب کے ساتھ ساتھ مشرق سے بھی تعلق خاطر تھا لیکن گوئٹے کی مشرق کے ساتھ گہری وابستگی اور حافظ شیراز کے ساتھ ان کا عشق اور اس سے بھی بڑھ کر حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ ان کے تعلق خاطر کا پتہ میاں غلام قادر صاحب کے دیوان شرق وغرب کے ترجمے سے ہوا ہے۔

گوئٹے کے دیوان شرق وغرب میں حافظ شیراز کا کثرت کے ساتھ ذکر ہے اس کے ساتھ ساتھ قران کریم اور حدیث رسول مقبول ﷺ اور سیرت کے بعض واقعات کی طرف واضح اشارات ملتے ہیں۔ میاں غلام قادر صاحب نے ترجمہ کے ساتھ ساتھ یہ خدمت بھی سرانجام دی ہے کہ قرآن وسنت کے حوالہ جات کو حاشیہ میں درج کر دیا ہے۔

میاں غلام قادر صاحب نے نثر میں ادبی حسن پیدا کر کے اسے جاندار شعر کا ہم پلہ بنا دیا ہے اور اسے پڑھ کر اقبال کے اعلیٰ پائے کی شاعری کی طرح کا لطف حاصل ہوتا ہے اور دل میں حرارت اور جسم میں گداز پیدا ہوتا ہے۔ بارہا آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں۔

میں اس اعلیٰ پائے کی ادبی اور علمی کاوش پر میاں غلام قادر صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

والسلام

(قاضی حسین احمد)

عرضِ مترجم

یوحان ولف گانگ فان گوئٹے جرمنی کی شہرہ آفاق شخصیت ہیں۔ وہ ۱۷۴۹ء میں مائن دریا پر واقع فرانکفرٹ میں پیدا ہوائے۔ ان کا تعلق جرمنی کے ایک متمول اور شائستہ گھرانے سے تھا۔ قدرت نے انہیں بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا جن سے انہوں نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ وہ بیک وقت اعلیٰ منتظم اور سائنس داں بھی تھے اور عظیم مفکر، فلسفی، شاعر اور ڈرامہ نگار بھی۔

گوئٹے کو بچپن ہی سے قصے کہانیاں سننے اور لکھنے پڑھنے کا شوق تھا۔ چنانچہ جب وہ ابھی بچے ہی تھے انہوں نے اپنی والدہ سے توراۃ کی اکثر کہانیاں سن لی تھیں۔ انہوں نے عبرانی زبان بھی ابتدا میں ہی سیکھ لی تھی۔ وہ اپنے سنِ شعور کو پہنچے تو کلوپ[1] اشٹاک، ملٹن اور گیزنر کی شاعری کا بغور مطالعہ کیا۔ پھر شٹراس برگ میں اپنی تعلیم و تربیت کے دوران جرمن دانشور ہرڈر سے مشرقی اثرات قبول کئے۔ ہرڈر سعدی کے دلداہ تھے مگر حافظ سے گریزپا۔ ۱۸۱۲ء میں فان ہامر نے خواجہ شمس الدین حافظ کے دیوان کا مکمل ترجمہ شائع کیا۔ یہ جرمن ترجمہ ۱۸۱۴ء میں گوئٹے کے زیرِ مطالعہ آیا تو ان کی گویا دنیا ہی بدل گئی۔ ان کی شاعری
☆ خواجہ حافظ کے رنگ میں رنگی گئی اور وہ خود کو "بلبل شیراز" سمجھنے لگے!

---

1 KLOPSTOCK 2. MILTON 3. GESSNER 4. HERDER 5. VON HAMMER 6. DUKE KARL AUGUST.

☆ حافظ: شمس الدین محمد (۱۳۲۰ء۔ ۷۹۳ھ ۱۳۸۹ء)

(بہ شعر حافظ شیرازی گویند و می رقصند سیہ چشمانِ کشمیری و ترکانِ سمرقندی)

"عالم وجود میں آج تک کوئی شخص غزل میں ان کا ہمسر نہ ہوسکا۔ قصیدہ اور مثنوی میں بھی اساتذہ سے پیچھے نہیں"۔ (علامہ شبلی نعمانی شعر العجم جلد سوم)

جوزف فان ہامر نے دیوان حافظ کے مکمل ترجمے کے ساتھ چند مشاہیر کے کیریکٹر سکیچ بھی دیوان کے ساتھ پیش کیے۔ گوئٹے یہ پڑھ کر کہ خواجہ شمس الدین حافظ نے کلام پاک کا مطالعہ کر کے جوانی میں ہی مکتب میں اسے اپنے سینے میں محفوظ کرلیا تھا جنون کی حد تک ان کے گرویدہ ہوگئے۔ جیسے کہ شواہد سے ظاہر ہے گوئٹے مغرب کی ہنگامہ پرور زندگی سے دلبرداشتہ ہوکر مشرق کی طرف لپکے۔ لیکن یہ مشرق صرف حافظ کا وطن شیراز تھا جہاں ''بلبل شیراز کی نغمہ پردازیوں میں گوئٹے کو اپنی ہی تصویر نظر آتی تھی''۔

شاعر المانوی ہرفان گوئٹے (کہ جرمن انہیں عقیدت سے اسی نام سے یاد کرتے ہیں) ۲۵ سال کے تھے جب وہ اپنا آبائی شہر فرانکفرٹ چھوڑ کر جرمنی کی ایک چھوٹی سی ریاست وائمر چلے گئے جہاں انہوں نے ڈیوک کارل آگسٹ کی دعوت پر منسٹر کا عہدہ قبول کیا۔ اور ۱۷۷۵ء سے تادم مرگ یعنی ۱۸۳۲ء وہیں مقیم رہے۔ جن دنوں مغرب میں نپولین ہر طرف برسرپیکار تھا اور وائمر میں فرانسیسی، روسی، جرمن اور آسٹریا کی افواج تعینات تھیں۔ گوئٹے جیسے عالم اور حساس انسان کو یہ پختہ یقین ہوگیا تھا کہ ان دگرگوں حالات میں کسی غیر جانبدار تماشائی کے لئے بھی اپنا دماغی توازن برقرار رکھنا آسان نہیں چنانچہ سکون دل کے لیے انہوں نے ایک سائنس دان کی حیثیت سے نیوٹن کے روشنی کے نظریات کے خلاف باقاعدہ مہم چلائی اور آخر دم تک ان سے نبرد آزما رہے۔ ادبی محاذ پر شاعر المانوی نے ان دنوں مشرق بعید اور مشرق وسطی کی بود و باش کا بغور مطالعہ کیا۔ اور خاص طور پر انجیل مقدس اور قرآن مجید نے انہیں اپنی طرف متوجہ کیا۔ وہ مشرق کے مشہور قصے کہانیوں سے بھی خاصے متاثر ہوئے جن میں الف لیلیٰ، قصہ لیلیٰ مجنوں اور شکنتلا قابل ذکر ہیں۔ گوئٹے نے انہی دنوں کلام سعدی سے بھی خاصی واقفیت حاصل کر لی تھی مگر جس چیز نے شاعر المانوی، کی زندگی اور خیالات میں ہلچل مچا دی وہ خواجہ حافظ کا دیوان تھا

گوئٹے نے نہ صرف یہ کہ اب حافظ کی پیروی میں ان کے انداز میں نظمیں لکھنی شروع کیں بلکہ اپنے آپ کو بھی ''بلبل شیراز'' کے روپ میں ڈھال کر مشرق کی تصوراتی جنت میں

سانس لینا شروع کی۔ گوئٹے کا دیوان ''شرق وغرب'' (جس کے جواب میں حکیم الامت حضرت علامہ اقبالؒ نے سوسال بعد ''پیام مشرق'' تحریر فرمائی۔) ۱۸۱۴ء اور ۱۸۱۵ء میں معرضِ وجود میں آیا اور ۱۸۱۹ء میں زیورِ طبع سے آراستہ ہوا۔

شاعر المانوی یوحان ولف گانگ فان گوئٹے کی یہ دلی خواہش تھی کہ وہ اپنے دیوان کے توسط سے مغرب ومشرق کو قریب تر لائیں چنانچہ انہوں نے اپنے دیوان کے تمام ابواب کے نام فارسی میں رکھے۔ یعنی مغنی نامہ' حافظ نامہ' عشق نامہ' رنج نامہ' حکمت نامہ' تیمور نامہ' زلیخا نامہ' ساقی نامہ' خلد نامہ وغیرہ۔

مشرقی ادبیات اور خاص کر دیوان حافظ کا مطالعہ کرنے کے بعد گوئٹے نے اس حقیقت کا اچھی طرح ادراک کرلیا تھا کہ مشرق ومغرب کی یہ تفریق بالکل غیر فطری ہے اور انسانیت کی فلاح اس راز میں مضمر ہے کہ مشرق ومغرب اپنی انفرادیت برقرار رکھتے ہوئے ایک دوسرے کے طور طریقوں کو سمجھیں اور باہم قریب آئیں۔ گوئٹے کے اس آفاقی تصور کی مثال یوں دی جاسکتی ہے کہ مغرب کا ''اک ماندۂ صبح وشام راہی'' مشرق کی طرف سکون دل کے لئے محو سفر ہے۔ اس نے مشرقی روایات کے مطابق مقامی لباس زیب تن کیا ہے۔ مشرق کے باسی اس سے خوش اخلاقی اور مروت سے پیش آتے ہیں وہ یہاں کی مثالی مہمان نوازی سے جی بھر کر لطف اندوز ہوتا ہے مگر وطن واپس جا کر وہ ''مغربی'' ہی رہتا ہے (البتہ دل کا ایک نرم گوشہ وہ مستقل طور پر مشرق میں چھوڑ جاتا ہے۔) ''دیوان شرق وغرب'' کی اولین نظم ''ہجرت'' پڑھ کر ہی یہ احساس ہوجاتا ہے کہ اس دیوان کو معنوی طور پر ''سلام مغرب بہ دیارِ مشرق'' تصور کیا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔

''دیوان شرق و غرب''، گوئٹے کی داستانِ عشق بھی ہے۔ شاعری بھی اور خالص دنیاداری کا مرقع بھی! اس میں غم جاناں بھی ہے اور غم دوراں بھی!

گوئٹے اپنے ایک بنکر دوست کی منکوحہ، خوش جمال، آسٹریا نژاد ماریانے فان ولے مر (Marianna von Willemer) جس کا اصل نام نے ینگ (nee Jung) تھا کے عشق میں بری طرح مبتلا تھے چنانچہ ان کی بیشتر عشقیہ نظموں کی مخاطب ہی طرحدار خاتون ہیں۔ اس ضمن میں دلچسپ بات یہ ہے کہ اس خاتون نے بھی عشق کا جواب عشق سے دیا اور یہ بھی خواجہ حافظ کی پیروی میں رومانوی نظمیں لکھنے لگیں اور بعض صاحب دل لوگوں کی یہ رائے ہے کہ گوئٹے کے ''دیوان شرق و غرب''، میں کم از کم آدھ درجن نظمیں ایسی ہیں جو اس نے جواب آں غزل کے طور پر تحریر کیں!

شاعر المانوی کی داستان عشق یہاں ختم نہیں ہوتی۔ انہوں نے ۷۴ برس کی عمر میں ایک اور دوشیزہ ''اُل رک فان لیویت سو'' سے عشق فرمایا جن کی عمر محض ۱۷ برس تھی۔ دراصل گوئٹے کا نظریہ، حیات عشق کے معاملے میں وہی تھا جو شاعر مشرق حضرت علامہ اقبالؒ نے اپنی مشہور نظم ''حور و شاعر'' میں بیان فرمایا ہے۔ (حضرت علامہ کی نظم ''حور و شاعر'' گوئٹے کی نظم ''صدائے بازگشت'' کے جواب میں ہی لکھی گئی ہے۔) قند مکرر کے طور پر علامہ اقبالؒ کی نظم ''حور و شاعر'' کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

حور: نہ بادہ میل داری نہ بہ من نظر کشائی
عجب ایں کہ تو ندانی رہ و رسمِ آشنائی

شاعر: چہ کنم کہ فطرتِ من بہ مقام در نسازد
دلِ ناصبور دارم چو صبا بہ لالہ زارے
چو نظر قرار گیرد بہ نگار خوبروئے
تپد آں زماں دلِ من پئے خوبتر نگارے

زِ شررِ ستارہ جویم زستارہ آفتابے
سرِ منزلے ندارم کہ بمیرم از قرارے
طلبم نہایت آں کہ نہایتے ندارد
بہ نگاہِ ناشکیبے بہ دلِ امیدوارے
(پیام مشرق)

•

دیوان شرق وغرب کا ایک طرہ امتیاز تو یہ ہے کہ خواجہ حافظ کی پیروی میں لکھا گیا ہے اور اس میں ان کا ذکر بڑی عقیدت اور احترام سے کیا گیا ہے۔ دیوان کا ایک طویل باب ''حافظ نامہ'' اسی عقیدت واحترام اور عشق ومحبت کا برملا اظہار ہے۔

دیوان کا دوسرا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ یہ پیام مشرق گو دیوان کے سو سال بعد اس کے جواب میں لکھی گئی ہے مگر برصغیر میں دیوان کے اصل نام تک کا اکثریت کو بہت کم علم ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ اگرچہ حضرت علامہ اقبالؒ جرمن زبان سے آشنا تھے مگر انہوں نے بھی دیوان کا اصل نام West oestlicher Divan (یعنی دیوان شرق وغرب) نہیں لکھا بلکہ پیام مشرق کے دیباچے میں اسے مغربی دیوان تحریر فرمایا اور پھر یہ روایت ایسی چلی کہ شیخ عبدالقادر مرحوم نے بانگ درا کے دیباچے میں (صفحہ ۱۷ پر) اسے سلام مغرب کہا۔ ڈاکٹر ممتاز حسن نے (مقالات ممتاز مرتبہ شان الحق حقی صفحہ ۴۴۰ پر) اسے مغربی دیوان لکھا۔ مولانا عبدالسلام ندوی نے اقبال کامل میں صفحہ ۹۶ پر یہی نام (مغربی دیوان) دہرایا اور عبدالمجید سالک مرحوم نے بھی اسی روایت کو قائم رکھا اور ذکر اقبال میں صفحہ ۲۹۲ پر پیام مشرق کے دیباچے کے حوالے سے یہی نام لکھا۔ بہر حال بقول کے نام میں کیا رکھا ہے؟ حضرت علامہ اقبالؒ نے پیام مشرق کے شروع میں ہی **وَلِلّٰہِ المشرق و المغرب** تحریر فرما کر قصہ مختصر کر دیا۔

گوئٹے کی دیگر تصنیفات کے مقابلے میں دیوان شرق وغرب کم معروف ہے۔

☆ مغرب کی اس دیوان سے بے اعتنائی دو وجوہ کی بنا پر ممکن ہے ایک تو یہ کہ اس دیوان میں حضور نبی کریم ﷺ سے بے انتہا عقیدت کا اظہار کیا گیا ہے اور مشرق کے ساتھ ساتھ عربوں اور خواجہ حافظؒ کے شیراز کی تعریف کی گئی ہے۔ دوم یہ کہ چونکہ گوئٹے نے اپنے دیوان کی بنیاد خواجہ حافظؒ کی شاعری پر رکھی ہے اور حافظؒ کے کلام میں ایسی تلمیحات اور اشارات موجود ہیں جن سے مغرب کے لوگ کلی طور پر نا آشنا ہیں اس لئے مغرب نے اس عظیم جرمن شاعر کے دیوان کو زیادہ درخورِ اعتنا نہیں سمجھا!

دیوان شرق وغرب کی پہلی نظم ''ہجرت'' یارانِ نکتہ داں کے لیے غور وفکر کا وافر سامان لئے ہوئے ہے۔ شاعر المانوی شمال، جنوب اور مغرب کی بے ثمر زندگی سے بیزار ہو کر مشرق کی سمت ''روحانی ہجرت'' کی دعوت دیتے ہیں اور یہی اس دیوان کا لب لباب ہے۔ گوئٹے کی نظم ''بہشت کا مژدہ پانے والے'' ان کی حسین ترین نظم کہی جا سکتی ہے جس کی تمام تر فضا اسلامی ہے۔ پس منظر غزوۂ بدر کی تاروں بھری رات ہے جہاں ایک طرف بہشت کا مژدہ پانے والے شہدائے بدر ہیں اور دوسری طرف مشرکین عرب کی بے گور وکفن لاشیں۔ ابتدا میں معراج نبوی کا ذکر پاک ہے اور ساتویں آسمان پر سدرۃ المنتہیٰ کا۔ گوئٹے نے اس معرکہ آرا نظم میں بہشت کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ سورہ رحمٰن اور سورہ واقعہ سے مستعار ہے۔ انہوں نے شہدائے بدر کے زخموں کا تذکرہ کر کے اپنے زخموں سے فگار سینے کا جس دل سوزی سے ذکر کیا ہے وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ ان کی نظم ''چار دانگ عالم میں انتخاب خواتین'' میں حضور نبی کریم ﷺ کی اس حدیث پاک کی طرف واضح اشارے ہیں جس میں فرمایا گیا ہے کہ ''تمہاری تقلید کے لیے تمام دنیا کی عورتوں میں مریمؑ، خدیجہؓ، فاطمہؓ اور آسیہؑ کافی ہیں''۔

☆ دو چشمت از دل و دیں ہرچہ داشتم بُردند
تو انگرے کہ بمستاں نشست مُفلس شُد
(حافظ شیرازیؒ)

(دل اور دین جو کچھ میرے پاس تھا تیری دونوں آنکھیں لے گئیں جو مالدار، مستوں کے ساتھ بیٹھا مُفلس ہوا)

گوئٹے کی دیگر نظمیں جن میں رسول پاکؐ، قرآن کریم اور اس کی تعلیمات اور صحابہ کرامؓ کا بڑے والہانہ انداز میں ذکر کیا گیا ہے یہ ہیں: ''حضورؐ نے فرمایا'' ''مراعات یافتہ جانور'' ''کیا قرآن ایک ابدی پیغام ہے؟'' ''اگلے وقتوں میں جب لوگ قرآن مجید کا ذکر کرتے تھے'' ''حمد باری تعالیٰ'' ''حضرت عیسیٰؑ رب کی طرف سے ناقابل تردید صحیفہ لائے مگر۔۔۔'' ''مکافات عمل'' ''نسخہ کیمیا'' ''سات خفتگان غار (اصحاب کہف)'' ''آزادی'' اور ''چار عظیم نعمتیں''۔

ظاہر ہے کہ باوجود ان بلند بانگ دعوؤں کے کہ مغربی دنیا ''تعصب سے پاک'' اور ''روشن خیال'' ہے وہ کبھی گوارا نہیں کر سکتی کہ ان کا ایک سرکردہ شاعر اور فلسفی نبی کریمؐ اور قرآن مجید کی تعریف میں یوں رطب اللسان ہو۔ میری رائے میں یہی واحد وجہ ہے کہ ''دیوان شرق و غرب'' کے دیباچے کا اب تک جرمن سے کسی دوسری زبان میں ترجمہ نہیں ہوا اور راقم الحروف کے پاس اس کے جدید ترین تحریری ثبوت موجود ہیں۔

قارئین کی دلچسپی کے لیے ذیل میں DR. Maneh Hammad-Al-Johani دعوہ اکیڈمی اسلام آباد کی کتاب "The Truth About Jesus" سے ایک اقتباس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے جس سے راقم الحروف کی مندرجہ بالا رائے کی تصدیق ہوتی ہے۔ ڈاکٹر حماد لکھتے ہیں:

''لوگوں کی اکثریت اسلام اس لیے قبول نہیں کرتی کیونکہ انہیں ہمیشہ اپنے رشتے داروں، مربیوں اور ہم عصروں کی مخالفت اور استہزا کا خوف لاحق رہتا ہے۔ وہ کھلم کھلا عیسائیت کو رد اور اسلام کو قبول نہیں کر سکتے۔ جہاں تک دانشوروں کا تعلق ہے خاص کر کوئی مستشرق اسلام اور قرآن کریم کے متعلق (بھولے سے بھی) اگر اچھی رائے کا اظہار کرے تو گویا وہ دوسروں کو دعوت دیتا ہے کہ وہ (اس کے جانی دشمن بن جائیں) نہ تو اس کی کسی تحریر پر تبصرہ کریں نہ اس میں سے اقتباسات پیش کریں۔ اور ہو سکے تو اسے ایک ''غیر علمی تحریر'' کہہ کر ردی کی ٹوکری میں ڈال دیں۔

ایسا مستشرق' (اسلام اور قرآن کی بابت کلمہ، خیر کہہ کر گویا) اپنی خانہ بربادی کو خود آواز دیتا ہے۔

بایں وجوہ ہمیں حضرت علامہ محمد اقبالؒ کا ممنونِ احسان ہونا چاہیے کہ انہوں نے گوئٹے جیسے عظیم اور حق گو دانشور کو پہلی بار برصغیر میں متعارف کرایا۔ اور ان کے ''دیوانِ شرق و غرب'' کے جواب میں سو سال بعد ''پیام مشرق'' تحریر فرمائی۔ آپ گوئٹے کی عظمت کا اندازہ ''پیام مشرق'' کی پہلی نظم ''شاعر المانوی گوئٹے اقبال کی نظر میں'' اور ایک اور نظم موسوم بہ ''جلال و گوئٹے'' پڑھ کر بخوبی لگا سکتے ہیں۔ گوئٹے سے اپنا موازنہ کرتے وقت حضرت علامہ فرماتے ہیں:

شعلۂ من از دم پیران شرق　　اُوز اَفرنگی جوانان مثل برق

من دمیدم از زمینِ مردۂ　　او چمن زادے چمن پروردۂ

ہردو پیغام حیات اندر ممات　　ہر دو دانائے ضمیر کائنات

اوبرہنہ من ہنوز اندر نیام　　ہردو خنجر صبح خند آئینہ فام

جہاں تک دیوان شرق و غرب کے ابواب کے فارسی ناموں کا تعلق ہے گوئٹے نے خالص ایرانی طرز سے متاثر ہو کر ابواب کے یہ نام رکھے۔ گوئٹے کے دیوان میں شمس الدین محمد حافظ شیرازی، حکیم قاآنی کے والد مرزا ابوالحسن خان شیرازی، ابوفیض ثوبان بن ابراہیم ذوالنون مصری، حکیم ابومحمد الیاس نظامی گنجوی، شیخ فریدالدین عطار، ابوالقاسم منصور فردوسی، مولانائے روم جلال الدین محمد، اوحدالدین انوری اور ابواسماعیل حسین بن علی طغرائی یہاں تک کہ لقمان حاتم طائی اور ابوطیب احمد بن حسین المتنبی کے حوالے بھی جابجا ملتے ہیں۔ دیوان کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دیوان کے باب ''تفکیر نامہ'' میں انہوں نے شیخ فریدالدین عطار کے ''پندنامہ'' سے بھرپور استفادہ کیا ہے اور کچھ بعید نہیں کہ انہوں نے عطار کی تصانیف اسرارنامہ، الٰہی نامہ، مصیبت نامہ، وصیت نامہ، بلبل نامہ، حیدرنامہ، شترنامہ، مختارنامہ اور شاھنامہ سے متاثر ہو کر اپنے دیوان کے ابواب کے نام بھی مغنی نامہ، حافظ نامہ، عشق نامہ، زلیخا نامہ وغیرہ رکھے ہوں!

اس دیوان کے ترجمے اور دیگر تفصیلات کے سلسلے میں راقم الحروف گوئٹے انسٹی ٹیوٹ کراچی کی جرمن لائبریرین فراؤبی زمان کا ممنون احسان ہے کہ اس عظیم خاتون نے اس مشکل کام میں مسلسل اعانت فرمائی اور ہر ممکن جگہ سے دیوان شرق و غرب سے متعلق نہایت مفید معلومات فراہم کیں۔

میں جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب کا بھی تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود انہوں نے اس دیوان کے لئے دیباچہ لکھنے کی زحمت فرمائی۔

جناب قاضی حسین احمد میرے خصوصی شکریے کے مستحق ہیں کہ انہوں نے تعارف کے طور پر اپنے خلوص سے نواز کر میری ناچیز کاوش کی پذیرائی کی۔

میں آخر میں، جناب آفتاب احمد کیبنٹ ڈویژن اسلام آباد اور ان کی بیگم صاحبہ، برادران عزیز جناب محمود خان ملی ریٹائرڈ ڈویژنل انجینئر ٹی اینڈ ٹی، جناب ایم کلیم اللہ خان ملی ڈپٹی چیف انجینئر ڈرلنگ آپریشن پاکستان پٹرولیم لمیٹڈ، جناب عبدالوحید ممبر سٹاک ایکسچینج اسلام آباد، سید غالب رضا گیلانی پرنسپل پاکستان ایمبیسی کالج بیجنگ، ڈاکٹر ظفر سلطان نارتھ احمدی کویت اور جناب اعجاز احمد غوری پشاور کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جن کے تعاون کے بغیر میری یہ کاوش نامکمل ہوتی۔

(میاں غلام قادر)

ا۔ ہجرت (HEGIRE)

شمال، جنوب اور مغرب زلزلے سے لرزاں ہیں

شاہی تخت ٹوٹ پھوٹ رہے ہیں

سلطنتیں زمین بوس ہو رہی ہیں

چلو مشرق کی سمت ہجرت کریں!

جہاں معزز انسانوں کی طرح ہماری پذیرائی ہوگی۔

وہاں محبت، سرور اور نغمہ کی ایک الگ دنیا آباد ہے۔

خضر کے چشمہ حیات سے دائم شباب پھوٹ رہا ہے۔

وہ درست بصارت اور دوررس بصیرت کی حسین سرزمین ہے۔

وہیں ہمیں صحیح طور پر اس حقیقت کا ادراک ہوگا

کہ قومیں اول اول کیسے معرضِ وجود میں آئیں۔

ان کی تشکیل کیسے ہوئی۔

وہ کونسا جاں فزا لمحہ تھا جب انساں نے ارضِ خدا پر

خالق کائنات کے کلام کو گوشِ ہوش سے سنا۔

یہ مشرق ہی ہے جس نے اپنے بزرگوں کی کماحقہ، عزت کی۔

بیرونی ناپسندیدہ اثرات کو رد کیا۔

وہاں جاکر میں نوجوانوں کی بغاوت سے کنارہ کش ہو جاؤں گا

اور بزرگوں کے زیرِ سایہ رہ کر شباب کی زیردستی بخوشی قبول کرلوں گا۔

وہاں الفاظ قدر و قیمت کے حامل ہیں۔

زبان وہی کہتی ہے جو دل میں ہوتا ہے۔
میں وہاں چرواہوں کے ساتھ گھومنا پھرنا پسند کروں گا۔
ان کے سرسبز و شاداب اور سکون پرور نخلستانوں میں۔
میں دور دراز کے سفر پر نکلے کاروانوں کا ساتھی بنوں گا
قہوہ، شال اور کستوری کا بیوپار کرتے ہوئے۔
میرے قدموں کے نیچے منڈیوں تک پہنچنے والی ہر صحرائی رہ گزر ہوگی۔
ہاں، میں بلند و بالا اور غیر آباد چوٹیوں پر حافظ کی خوشگوار یاد سے
سامانِ انبساط حاصل کروں گا۔
میرے محترم حافظ! تیرا خیال بے حد بابرکت ہے۔
میں تجھے چشموں کے کنارے اور کارواں سرایوں میں بڑے پیار سے یاد کیا کروں گا۔
اس وقت جب میرا محبوب اپنی عطر بیز اور عنبریں زلفیں بکھیرے
شمعِ محفل بن کر ناز و ادا دکھانے میں محو ہوگا۔
بے شک شاعر کی دلدوز نوا سے تو حوریں تک وجد میں آ جاتی ہیں۔
دوستو! تمہارے جذبہ رقابت کو میری بات اچھی نہ لگے
اور قیمتی جذبات کا اظہار تمہیں بے حقیقت لگے تو جان لینا
کہ شاعر کی زبان عام زبان سے مختلف ہوتی ہے۔ شاعر کے کلمات تو عرش کی بلندیوں تک کو
چھو لیتے ہیں اور انہیں ہمیشہ عالم جاوداں کی تلاش رہا کرتی ہے۔

گوئٹے کے ''دیوان شرق و غرب'' کی اس اولیں نظم کا بہ نظر غائر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کی طبیعت یورپ کی بے مقصد ہنگامہ آرائیوں سے سراسر بیزار ہے۔ وہ شمال، جنوب اور مغرب سے گریزاں، امن و سکون کی تلاش میں مشرق کی طرف مائل پرواز ہے اور انہوں

نے اس روحانی نقل مکانی کو ''ہجرت'' کے لفظ سے تعبیر کیا جو بے وجہ نہیں۔ گوئٹے کی اس خوبصورت نظم کا عنوان ''ہجرت'' اپنے اندر ایک جہان معنی لئے ہوئے ہے اور صرف اسی ایک لفظ سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ وہ مشرقی تخیلات اور اسلامی تاریخ سے نابلد نہیں۔ گوئٹے کی اس نظم کی پوری فضا Utopian یا مثالی معاشرت کی فضا ہے۔ ان کے خیال میں شمال' جنوب اور مغرب کی سرزمین ''میر و سلطاں سے بیزار ہے''۔ ''فرنگ رہ گزر سیل بے پناہ میں ہے'' اور اس کے برخلاف مشرق میں ہر طرح کا امن و سکوں ہے۔ انسانیت نے اللہ کے اولیں پیغام کو گوش ہوش سے سنا اور قبول کیا ہے۔ مشرق میں ہر شخص اپنی تخلیق کے عظیم مقصد سے بخوبی آگاہ ہے۔ اسے معلوم ہے کہ وہ اس سرزمین پر خالق کائنات کی بہترین مخلوق ہے۔ یہاں لوگ اپنے بزرگوں کا احترام کرتے ہیں۔ نوجوانوں سے شفقت سے پیش آتے ہیں۔ منافقت نام کی کوئی چیز یہاں موجود نہیں۔ جو دل میں ہے وہی زبان پر ہے۔ یہاں ایک غریب چرواہا بھی شاد و آباد چین کی بنسری بجا رہا ہے۔ اس کی روح فطرت سے ہر لحاظ سے ہم آہنگ ہے۔ مشرق کے ساقی خانے شباب و سرور اور نغمہ و محبت کی آماجگاہ ہیں۔ الغرض مشرق روئے زمین پر جنت کا ایک ٹکڑا ہے جہاں ''کے را با کسے کارے نباشد'' والا معاملہ ہے۔ مشرق میں بقول ولف گانگ فان گوئٹے ''مقدس حافظ'' (جرمن میں Heiliger Hafis) کی یاد ہوگی اور وہ ہونگے۔ جہاں شاعر دنیا و مافیہا سے بے نیاز ازلی نغمے گا رہا ہوگا اور اس کی مضطرب روح کوہساروں' وادیوں' صحراؤں کارواں سرایوں اور ساقی خانوں میں جہاں جہاں جائے گی ہر طرف اس کی پذیرائی ہوگی اور رقیب روسیاہ کا دور دور تک پتہ نہ ہوگا۔۔۔۔۔ وغیرہ۔

بایں ہمہ ہم ''مشرق کے مکینوں'' کو ترجمان حقیقت حضرت علامہ اقبال کا یہ فرمان بھی ضرور یاد رکھنا چاہیے کہ ''مشرق کے لالہ زاروں میں اس (گوئٹے) کی نوا پیرائی محض عارضی ہے وہ اپنی مغربیت کو کبھی ہاتھ سے (جانے) نہیں دیتا اور اس کی نگاہ صرف انہیں مشرقی حقائق پر پڑتی ہے جن کو اس کی مغربی فطرت جذب کرسکتی ہے''۔

۲۔ تعویذ (SEGENSFAENDER)

غلاف میں لپٹا سربمہر تعویذ عقیدت مندوں کے لیے راحت جاں ہے
اگر تعویذ سنگِ سلیمانی پر نقش ہو تو اسے بوسہ دینا
اس کی برکت سے ہر بلا دور رہتی ہے
تم جہاں بھی جاؤ گے یہ تمہاری حفاظت کرتا رہے گا
اس پر نقش الفاظ اللہ کے بابرکت نام سے گونجیں گے
تو تمہارا دل نیکی اور محبت کی طرف مائل ہو گا
تعویذ کی برکت سے عورتوں کی آرزوؤں کا پورا ہونا تو مشہور ہے!
تعویذ کیا ہے؟ کسی حاذق حکیم کا مجرب نسخہ
قیمتی پتھر تو پھر بھی محدود آرزوؤں کے متحمل ہوتے ہیں
تعویذ کے ساتھ کچھ اور ملانے کی ضرورت نہیں
وہ خود ہی تیری آرزوؤں کا صحیح ترجمان ہے
وہ تیرے حالِ دل کو بیان کرنے پر قادر ہے
میں طلسم کے حق میں نہیں۔ وہ وقتی طور پر ہیجان تو پیدا کر سکتا ہے
مگر اس کا اثر دیرپا نہیں ہوتا۔
یہ لوگ دعوے تو بلند بانگ کرتے رہتے ہیں
مگر ان کا عمل خفیہ اور مبہم ہوتا ہے
اگر تجھے میری یہ بات واہیات لگے تو سمجھ لینا کہ میں اس وقت جادوگروں
کی زبان میں واہی تباہی بک رہا ہوں!
مہر والی انگشتری کا بنالینا تو اور بھی مشکل ہے
اس کی ذرا سی جگہ میں تمہاری بے شمار آرزوؤں کا ہجوم کہاں سما سکتا ہے
لیکن خوش قسمتی سے اگر اصل تعویذ ہاتھ لگ جائے
تو پھر کچھ اور کرنے کی مطلق ضرورت نہیں!

(مغنی نامہ)

گوئٹے کی نظم ''تعویذ'' (Segensfaender) ان کی نظم ''ہجرت'' سے ناسی مختلف ہے۔ حضرت علامہ اقبال فرماتے ہیں ''مغربی دیوان'' کی وساطت سے گوئٹے نے جرمن ادبیات میں عجمی روح پیدا کرنے کی کوشش کی''۔ گوئٹے کی نظم ''تعویذ'' میں عجمی روح پوری طرح جاری وساری ہے۔ جیسے کہ ''ہجرت'' کے سلسلے میں عرض کیا جا چکا ہے اس نظم میں گوئٹے شمال، جنوب، مغرب سے بیزار مشرق کی سمت ہجرت کے متمنی ہیں جبکہ تعویذ میں ان کی مشرق سے وہ عقیدت دکھائی نہیں دیتی۔ تعویذ میں وہ مشرق کے باسیوں کو توہم پرست، علم و عمل سے عاری اور غیبی مدد کے متلاشی سمجھتے ہیں جنہیں سعی و عمل اور دنیاوی جدوجہد سے کوئی دلچسپی نہیں یہ لوگ ہر مصیبت کا شافی علاج ٹونے ٹوٹکے اور تعویذ میں ڈھونڈتے ہیں اور ''تعویذ'' ہی ان کا مشکل کشا اور حاجت روا ہے۔ ممکن ہے گوئٹے کے دور کا یورپ بھی ان ہی اوہام کا شکار رہا ہو جن کا تذکرہ انہوں نے ''تعویذ'' میں کیا ہے مگر ہم تو اب بھی جبکہ ہم اکیسویں صدی میں داخل ہو چکے ہیں کار جہاں میں زیادہ تر کسی غیبی ہاتھ کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں۔ ہمارے جید اور مستند اخبارات اور رسائل کو اٹھا کر دیکھئے ان میں آپ کو دل خوش کن اشتہارات کی وہی رونق نظر آئے گی جو کبھی یورپ میں اٹھارویں صدی میں رہی ہوگی۔ ہمارے ہاں اب بھی تعویذ ہر ''بیماری'' میں حکیم حاذق کا مجرب نسخہ ہے۔

یوحان وولف گانگ فان گوئٹے تعویذ کو ضرورت مندوں کا رازداں سمجھتے ہیں ان کے خیال میں تعویذ ہماری ہر بیماری، ہر حاجت، ہر خواہش، ہر ضرورت کا بخوبی علم ہے۔ ''تعویذ'' کے اس تحرکو پڑھ کر ہمیں معاً اپنے طوطے کا خیال آتا ہے جو رہ گیروں کی قسمت کا حال بتاتا ہے۔ ہمارے طوطے کو ہر رہ گیر کی نا آسودہ آرزوؤں اور خواہشات و خدشات کا صحیح علم ہوتا ہے (سوائے اپنے مالک کے خدشات کے)۔ طوطے کے مالک کے حضور جو بھی کوئی رہ گیر اپنی ضرورت کا اظہار کرتا ہے طوطا فوراً مراقبے میں چلا جاتا ہے اور وہ ورق کوڑی (اگر ضرورت مند کا من پسند فال نکال لاتا ہے جس پر حسب توقع تحریر ہوتا ہے۔

''تمہارا محبوب تمہارے لیے بے [illegible]''

طوطے کی اس کرامت کے ہم چشم دید گواہ ہیں۔ایک مرتبہ پشاور یونیورسٹی کے ایک سماجی میلے میں جب انگلش ڈیپارٹمنٹ کی (سن رسیدہ) چیر پرسن (مس ہار بائل (اب آنجہانی) نے طوطے سے فال نکلوائی تو طوطے نے پروفیسر ہار بائل کو یہی مژدہ جاں فزا سنایا! تمہارا محبوب تمہاری یاد میں تڑپ رہا ہے' فاعتبرو یا اولی الالبصار!

Herr von Goethe فرماتے ہیں: تعویذ کا بااثر ہونا (خاص کر خواتین کی نظر میں) تو ظاہر ہے مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اصل تعویذ کا حصول کیسے ہو؟ اور جسے حقیقی تعویذ میسر آ گیا یوں سمجھ لو کہ وہ غم دو جہاں سے آزاد ہو گیا!

۳۔آزادی (FREISINN)

تم لوگ چین اور سکون سے جھونپڑیوں میں خیموں میں بے خبر پڑے رہو
مجھے میرے گھوڑے کی لگام اور زین زیادہ عزیز ہیں
میرا ارادہ تو دور دراز کے سفر پر' خنک آسمان کے نیچے'
تاروں کی معیت میں چل پڑنے کا ہے
یہ روشن کہکشاں اس لئے تخلیق کی گئی ہے
کہ یہ بحر و بر کے سفر میں تمہاری رہ نمائی کرے
تم ہر دم اس پر اپنی توجہ مرکوز رکھو
اور یہ تمہیں پیہم مسرت بہم پہنچاتی رہے۔

(مغنی نامہ)

---☆---

شاعر المانوی کی نظم ''آزادی'' معمولی غور و خوض کے بعد کلام پاک کی مندرجہ ذیل آیات کی توضیح معلوم ہوتی ہے۔واللہ اعلم!

(۱) سیرو فی الارض (زمین میں گھوم پھر کر دیکھو)

(۲) وھو الذی جعل لکم النجوم لتھتدوا بھا فی ظلمت البرو البحر

(اور وہی ہے جس نے تمہارے لئے تاروں کو صحرا خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ معلوم کرنے کا ذریعہ بنایا۔)

۴۔ نسخہ ءکیمیا(TALISMANE)

مشرق ومغرب کا خالق ایک ہی رب جلیل ہے
شمال وجنوب میں امن وسکون اسی کی ذات بابرکات سے ہے
وہ انصاف پسندوں کو دوست رکھتا ہے
اس کے سو اسماء الحسنیٰ ہیں
جن میں سے ''اللہ'' ہم جیسے کم عقلوں کے لئے عظیم ترین ہے

مال ودولت کی کثرت گمراہ کرتی ہے
میرے لئے تو ہی کافی اور بڑا کارساز ہے
میں اپنے ہر قول وفعل میں تجھ سے رہ نمائی کا طالب ہوں
اس دنیا میں جب بدنی مشقت کا صلہ راحت ہے
تو تزکیہ ءنفس کا نتیجہ بھی ابدی راحت ہونا لازمی ہے
ہمارے سانس کے زیروبم میں مصلحتیں پنہاں ہیں
ہمیں ہر آتے جاتے سانس کے ساتھ حیات نو عطا ہوتی ہے
زندگی اگرچہ دارالمحن ہے
مگر ہر سختی کے بعد آسانی کا تقاضا ہے کہ اس ذات پاک کا شکر ادا کیا جائے

(مغنی نامہ)

گوئٹے کی مندرجہ بالا نظم کو اگر ''حمد'' کہا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا۔ انہوں نے اگرچہ اس نظم کا عنوان TALISMANE رکھا ہے جو عرف عام میں تعویذ کے لئے استعمال ہوتا ہے مگر ہم نے نظم کی دعائیہ حیثیت کے سبب اس کا ترجمہ ''نسخہ ءکیمیا'' کیا ہے۔

اس خوبصورت نظم میں گوئٹے نے بار بار کلام پاک کی طرف رجوع کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ وللہ المشرق والمغرب کی طرف واضح اشارہ
۲۔ ان اللہ یحب المقسطین کی طرف اشارہ
۳۔ وللہ الا سماء الحسنیٰ فادعوہ بہا کی طرف اشارہ
۴۔ الھکم التکاثر کی طرف اشارہ
۵۔ حسبی اللہ ونعم الوکیل کی طرف اشارہ
۶۔ اھدنا الصراط المستقیم سے استفادہ
۷۔ ان مع العسرِ یسرًا اور والیٰ ربک فارغب کا مضمون

۵۔ چار (عظیم) نعمتیں (VIER GNADEN)

''اللہ نے عربوں کی زندگی کو پر مسرت بنانے کے لیے
انہیں چار عظیم نعمتوں سے نوازا۔
اول دستار جس کی شان کے آگے شہنشاہوں کے تاج ہیچ ہیں۔
دوم خیمہ جسے پر کیف زندگی گزارنے کے لیے چلتا پھرتا مسکن سمجھو۔
سوم تلوار جس کی کاٹ کے سامنے حفاظتی فصیل اور بلند و بالا مینار پر کاہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتے۔
چہارم نغمہ سحر اجسے سن کر حسینان عالم وجد میں آ ئیں!

میرے گیتوں میں وہ قوت ہے کہ وہ میری محبوبہ کی گل دار شال سے رنگ و بو چھین کرلے آ ئیں۔
میری محبوبہ کو بخوبی علم ہے کہ میرے یہ نغمے صرف اسی کے لیے ہیں
پھر وہ مجھ پر یوں مہربان کیوں نہ ہو؟
دوستو! میں جب بھی آیا تمہارے لئے سبد گل اور گیتوں کے ہار لایا۔
آج میں پھر تازہ پھل پھول اور نئے گیت تمہاری نذر کر رہا ہوں!''

(مغنی نامہ)

شاعر المانوی ہرفان گوئٹے کی نظم ''چار عظیم نعمتیں'' اپنی تمام تر لطافتوں کے ساتھ نذر قارئین ہے۔ گوئٹے کی شخصیت کا مطالعہ کرتے وقت جو چیز کھل کر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ عالم جوانی میں تو وہ انگلستان کی رومانوی تہذیب سے متاثر ہوئے اور اس نے ان کی شخصیت کی تشکیل میں معتد بہ حصہ لیا۔ بعد میں جب وہ پختہ عمر کو پہنچے اور ان کی شخصیت کو مزید پھلنے پھولنے کی ضرورت محسوس ہوئی تا کہ وہ ایک ہی مقام پر رہ کر جمود کا شکار نہ ہوں تو خواجہ حافظ کے دیوان کے شائع ہونے کے بعد ۱۸۱۴ء میں گوئٹے نے مشرقی دنیا میں قدم رکھنا شروع کیا۔ انہوں نے ''بلبل شیراز'' کی پیروی میں نغمہ سرائی کی اور ان کی نظموں میں مشرقی سوز و گداز اس وقت آیا جب وہ اسی سال رائن، مائن اور نیکر کے سفر پر روانہ ہوئے اور فرانکفرٹ میں ان کی ملاقات ماریانے فان وِلے مر'' (Marianne von Willemer) سے ہوئی اور وہ ۶۵ سال کی عمر میں ان کی محبت میں گرفتار ہوئے۔ ''ماریانہ'' سے گوئٹے کی محبت خوب رنگ لائی چنانچہ ان کی اس دور کی شاعری میں مشرقی روح اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ گوئٹے کی مشرقی نظموں کا سلسلہ ۱۸۱۹ء تک جاری رہا۔ ۱۸۱۵ء تک گوئٹے کی اس نوعیت کی نظموں کی تعداد سو تک پہنچ گئی تھی۔ اور چار برس بعد ۱۸۱۹ء میں ''دیوان شرق و غرب'' اپنی موجودہ شکل میں پایہ تکمیل تک پہنچا۔

زیر نظر نظم ''چار عظیم نعمتیں'' بھی اسی حقیقت کی غماز ہے کہ گوئٹے جب بھی مشرق اور مشرقی تہذیب و تمدن کا ذکر کرتے ہیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ شاعر اسی سرزمین پر موجود اسی تہذیب و تمدن میں رچا بسا اپنے جذبات کا صدق دل سے اظہار کر رہا ہے اور اس کے بیان میں تصنع اور منافقت کی قطعاً کوئی آمیزش نہیں۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ گوئٹے نے اس حقیقت کا اظہار خود ہی اپنے ''دیوان شرق و غرب'' کی ابتدا میں کر دیا ہے۔ شاعر المانوی کہتے ہیں:-

''کیا تم کسی ملک کی شاعری سمجھنے کے خواہش مند ہو؟

اگر ایسا ہے تو تو زائر بن کر اس سرزمین کی زیارت کرو!

کیا تم کسی ملک کے شعرا کو سمجھنے کے آرزومند ہو؟

اگر یوں ہے تو پھر تم شاعر کی سرزمین پر جا کر اس کے شعر کو سمجھو!''

۶۔اعترافِ حقیقت (Gestaendnis)

وہ کونسی چیز ہے جو چھپائے نہیں چھپتی؟
تم کہوگے: آگ۔
دن میں لگے تو دھواں اس کا پتہ دے۔
رات میں بھڑکے تو شعلہ اس کی خبر دے۔
ہاں! ایک چیز اور ہے جسے چھپانا خاصا مشکل ہے
اور وہ ہے محبت!
اسے تم لاکھ چھپاؤ۔۔۔آنکھ دل کی بات کہہ ہی دیتی ہے!
پھر وہ کون سی چیز ہے جو چھپائے نہیں چھپتی؟
وہ ہے شاعری!
تکلف برطرف۔ جونہی نغمہ کی تخلیق شروع ہوتی ہے
شاعر اس کے اظہار کے لیے بے چین ہو جاتا ہے
اور جب وہ اسے مناسب الفاظ میں صفحۂ قرطاس پر رقم کر لیتا ہے
وہ چاہتا ہے کہ ایک دنیا اسے سنے
اور شاعر کے سوز و ساز میں برابر کی شریک ہو!

(مغنی نامہ)

۷۔عناصر ترکیبی (Elemente)

کیا تمہیں معلوم ہے کہ خالص ترین گیت کی تخلیق کیونکر ممکن ہے؟

جو ہر کہ و مہ کے جذبات کا ترجمان ہو

بے شک شاعر کا محبوب ترین موضوع تو عشق و محبت ہی ہے۔

جب تک یہ عنصر موجود نہ ہو محض الفاظ کی کوئی وقعت نہیں۔

صراحی کی کھنک اور ارغوانی شراب

یہ نغمے کا دوسرا عنصر ہے

حسن کی طرح چھلکتا جام بھی جادوئی اثر رکھتا ہے۔

نغمے کا ایک اہم عنصر اور بھی ہے۔

میدان کارزار میں نقارے کی گونج۔

طبل و علم کی موجودگی سے کشتگانِ وفا کو دوام نصیب ہوتا ہے۔

اور سب سے اہم عنصر۔۔۔۔شاعر کا نظریہ حسن و قبح۔

شاعر ہرگز قابل نفریں اور بد اطوار عناصر کا ساتھ نہیں دے سکتا۔

میں نے شاعری کے عناصر ترکیبی گنوائے ہیں۔

تم چاہو تو حافظ کی پیروی میں ایک دنیا کو مسرور و مامون بنا سکتے ہو!

(مغنی نامہ)

۸۔ تخلیقِ انساں(Erschaffen und Beleben)

آدم کیا تھا؟ ابتدا میں جمے ہوئے خون کا ایک لوتھڑا
جسے خالق کائنات نے جوان رعنا کی صورت عطا کی۔
ماں کے بطن سے تو وہ کچھ کا کچھ نمودار ہوا
پھر ناک کے رستے اس میں روح پھونکی گئی
اور وہ ترقی کی شاہ راہ پر ایک قدم اور آگے بڑھا۔
تم نے اسے چھینکتے تو دیکھا ہوگا!
گوشت پوست ہڈی اور سر کے ہوتے ہوئے بھی
بودے کا بودا ہی رہا۔
حضرت نوح نے اس کی ضرورت کا پتہ لگایا تو معلوم ہوا
کہ اسے پھلنے پھولنے کے لئے ایک ''مشکیزے'' کی ضرورت ہے!
اگر اسے متواتر سیراب کیا جاتا رہے
تو یہ گل گوتھنا کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے۔
تو نے گندھے ہوئے آٹے کے پیڑے کو خمیر سے پھولتے تو دیکھا ہوگا!
محترم حافظ! تیرا با برکت نغمہ۔ تیری ذاتی مثال سامنے ہو
اور جام و مینا کی رہ نمائی ہو
تو ہم ضرور ایک روز اپنے معبود کی بارگاہ میں پہنچ جائیں گے!

(مغنی نامہ)

---☆---

جرمن لفظ HUMPEN بہ معنی جگ' قرابہ یا ابریق

غالباً ماں کی چھاتی مراد ہے۔ اس نظم میں گوئٹے کا انداز قدرے ظریفانہ ہے!

(م غ ق)

۹۔ مظاہر قدرت (PHAENOMEN)

سورج کی کرنیں بادلوں سے آنکھ مچولی کھیلتی ہیں
ابر کی اوٹ سے رنگین قوس قزح جلوہ گر ہوتی ہے
دھند کے اردگرد بھی سپید حلقہ موجود رہتا ہے
آسمان کی طرف نگاہ اٹھاؤ تو وہ بھی روشن وتاباں دکھائی دیتا ہے
پھر عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ
انسان پر مایوسی کے بادل کیوں طاری ہوں؟
بالوں کے سپید ہونے سے جذبہ محبت تو سرد نہیں پڑ جاتا۔

(مغنی نامہ)

---☆---

یوحان ولف گانگ فان گوئٹے ۱۸۱۴ء میں جب ان کی عمر ۶۵ برس تھی اپنے مسکن وائمر سے رائن، مائن اور نیکر (دریاؤں) کے سفر پر روانہ ہوئے۔ فرانکفرٹ میں ان کی ملاقات ''ماریانہ'' (Marianne von Willemer) سے ہوئی اور وہ ان کی محبت میں گرفتار ہوئے۔ گوئٹے کے ''دیوان شرق وغرب'' کے باب ''زلیخا'' میں یہی ''ماریانہ'' زلیخا کے روپ میں جلوہ گر ہے۔

۱۰۔ حسن و جمال (LIEBLICHES)

دور افق پر شفق کی سرخی خوب ہے۔۔۔۔
جہاں زمین و آسمان باہم گلے مل رہے ہیں۔
یہ صبح کی چکا چوند دھند
تو میری نظر کو کمزور کر رہی ہے۔

وہ اس پار کیا شاہی خیمے نصب ہیں؟
جہاں وزیر اپنے حرم کے ساتھ قیام پذیر ہے
یا رنگ برنگے حسین قالینوں پر اک ہجوم مست طرب ہے۔

یہ سرخ و سپید رنگوں کا دل کش امتزاج
کہ باہم ایک بھی ہیں اور جدا جدا بھی۔
اس سے بڑھ کر دل فریب منظر اور کیا ہوگا!
حافظ محترم! یہ آپ کا حسین و جمیل شہر شیراز (۱) اچانک
ہمارے نم آلود شمالی ساحل پر کیسے نمودار ہوا؟

یہاں حد نظر تک لالہ و گل کا ہجوم ہے۔
کھیت کھلیان پر امن کا سایہ ہے۔
جنگ کا اہرمن معتوب و مقہور ہے۔
اللہ کرے یہ حسین فضا تا قیامت قائم و دائم رہے
اور قدم قدم پر یہ سرزمین روشن و تاباں رہے!

(مغنی نامہ)

---☆---

(۱) یورپ کی ہنگامہ آرا زندگی میں گوئٹے کا شہر آرزو

۱۱۔ بے آہنگی (Zwiespalt)

بائیں سمت ندی کنارے
کام دیوتا بنسی بجا رہا ہے
دائیں سمت کھیتوں میں سے
ترم کی آواز سنائی دے رہی ہے
دور کان لگا کر سنو
تو بگل بج رہا ہے
معلوم ہوتا ہے فضا چہار سو۔۔۔۔۔۔نغمہ بار ہے!

اب بنسری کی تانیں شدت اختیار کر گئی ہیں
جیسے میدان جنگ کا سا سماں ہو
میرا زوال زوال شدتِ کرب سے کانپ رہا ہے
اس میں بھلا تعجب کی کیا بات ہے؟

بنسری کی آواز بلند سے بلند تر ہو رہی ہے
بگل بھی اب زور وشور سے بج رہا ہے
مجھ پر مکمل جنون کی کیفیت طاری ہے
کیا اب بھی تمہیں یقین نہیں آ رہا؟

(مغنی نامہ)

۱۲۔ یادِ ماضی حال کے آئینے میں

(Im Gegenwaertigen Vergangnes)

صبح کی شبنم آلود فضا میں لالہ و گُل چٹک رہے ہیں
پس منظر میں بلند و بالا پہاڑ تاحدِ نظر جنگلات سے ڈھکا ہے
چوٹی پر پروقار شاہی قلعہ ہے
پہاڑ کی دوسری طرف وادی میں زمین و آسمان گلے مل رہے ہیں
اس جہانِ رنگ و بو میں مجھے وہ یادگار لمحے یاد آ رہے ہیں
جو ہم نے محبت کی آغوش میں ایک ساتھ گزارے
مجھے وہ نغمۂ سحراب تک یاد ہے جو سورج کی پہلی کرن کے ساتھ ہمارے لبوں پر ہوا کرتا تھا
اس وقت یہاں صرف چرواہے اپنے من پسند گیتوں سے جنگل میں منگل کا سماں پیدا کر دیتے تھے
قدرت کا بیش بہا خزینہ جنگل تب سے اب تک ویسے کا ویسا ہے
پھر ماہ و سال کی گردش ہماری محبت پر کیوں اثر انداز ہو؟
ہمیں چاہیے کہ ہم آج کے ساتھیوں کی معیت میں بھی اپنا پرمسرت سفر جاری رکھیں
اس کا ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ ہمارے آج کے رفیق یہ نہیں کہہ سکیں گے کہ
ہم دونوں کی ماضی کی محبت خودغرضی پر مبنی صرف ہم تک محدود تھی!
زندگی لاکھ دکھوں کا گہوارہ سہی مگر مسرت پھر بھی اس قدر کمیاب نہیں
کہ ماہ و سال کی گردش سے ناپید ہو جائے!
میرا آج کا نغمہ اس دعا کے ساتھ ختم ہوتا ہے کہ
یادِ ماضی ہمیشہ حال کے آئینے میں جھلکتی رہے
اور ہم حافظ کی محفل میں تاابد یونہی نغمہ خواں رہیں!

(مغنی نامہ)

گوئٹے کی نظم "یاد ماضی حال کے آئینے میں" کو بہتر طور پر سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ان حالات کا مختصر طور پر تذکرہ کیا جائے جن میں ان کی ہمہ جہت شخصیت کی تشکیل ہوئی۔

جیسے کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے ہے گوئٹے شاعر و دانشور بھی تھے اور عظیم فلسفی اور سائنسدان بھی۔ وہ ابتدا میں یونانی فلسفے سے کافی متاثر تھے بعد میں جب وہ مشرقی علوم کی طرف متوجہ ہوئے تو زرتشت کی تعلیمات نے ان پر گہرا اثر چھوڑا۔ انہیں زرتشت کی یہ بات بہت بھلی لگی کہ روشنی ہی تمام خیر کا منبع ہے۔ روشنی سے ہی تمام انسانیت اور اس خوبصورت کائنات کی بقا اور نمو ہے۔ پس انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے جسم و جاں کی پرورش کے لئے روشنی کا سارویہ اختیار کرے جو تاریکی کی ضد ہے۔ اسے اس وسیع کائنات میں ہر لمحہ اپنی نا تمام شخصیت کی تکمیل کے لئے سرگرم عمل رہنا چاہیے۔ اسے نیکی کی قوتوں کا ساتھ اور بدی کی قوتوں کے خلاف مزاحمت کے اصول پر کاربند رہنا چاہیے۔ وہ اپنے قول و فعل میں یوں پاک وصاف اور روشن ضمیر ہو جیسے سورج کی روشنی!

گوئٹے نے ایک سائنسداں کی حیثیت سے نہ صرف یہ کہ سائنسی مسائل خاص کر روشنی کے نظریات کی طرف بھرپور توجہ دی بلکہ مشرقی ادبیات میں بھی گہری دلچسپی لینی شروع کی۔ ۱۸۱۴ء میں جوزف فان ہامر کا دیوان حافظ کا مکمل ترجمہ گوئٹے کے زیر مطالعہ آیا تو یورپ کے دگرگوں حالات کے پیش نظر شاعر المانوی نے عافیت اسی میں سمجھی کہ شمال، مغرب اور جنوب سے منہ موڑ کر مشرق کی دلفریب سرزمین کی طرف "روحانی ہجرت" کی جائے اور اپنی شاعری کا رخ اس جہان تازہ کے گل و گلزار، ساقی خانوں، کارواں سرایوں اور حسن و سرور کی محفلوں کی طرف موڑا جائے۔

اس مرحلے پر جون ۱۸۱۴ء میں گوئٹے کی زندگی میں ایک عجیب موڑ آیا۔ وہ اپنی جوانی کی سرزمین "ویزباڈن" (Wiesbaden) کے خوشگوار سفر پر روانہ ہوئے تو کھیت کھلیان کا قدرتی حسن دیکھ کر انہوں نے سفر کے پہلے روز ہی ایک مختصر سی نظم "مظاہر قدرت"

(PHAENOMEN) تحریر کی۔ اس نظم کا بنیاتی نکتہ یہ تھا کہ جب مظاہر قدرت اس قدر قدیم ہونے کے باوجود روز اول کی طرح حسین ہیں تو پھر عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ انسان اپنی زندگی کی رعنائیوں سے کیوں محروم ہو؟ بالوں کے سپید ہونے سے جذبۂ عشق تو ختم نہیں ہو جاتا۔

یہی پس منظر تھا جب گوئٹے ''ویز باڈن'' پہنچے اور ان کی شناسائی ایک ۳۰ سالہ ''ماریانہ یرگ'' (Marianne Jurg) سے ہوئی تو وہ ان کے عشق میں بری طرح گرفتار ہوئے۔ ''ماریانہ یرگ'' کو ان کے ایک مربی ''یوحان یعقوب وِلے مر'' (Johann Jakob Willemer) بچپن ہی میں سٹیج سے اپنے گھر لا کر پروان چڑھا رہے تھے۔ بعد میں جب ماریانہ نے ولے مر سے شادی رچالی تو وہ ماریانہ یرگ سے ماریانہ ولے مر بن گئیں۔ گوئٹے سے شناسائی کے بعد ماریانہ نے بھی ان کے رنگ میں نظمیں کہنی شروع کیں اور چاہت کا جواب چاہت سے دینے لگیں۔ یہی وہ دور تھا جب شاعر المانوی کی زندگی میں انقلاب آ گیا اور وہ از سر نو یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ جب مظاہر قدرت وقت کے ساتھ زوال پذیر نہیں ہوتے تو انسان روز و شب کی گردش سے پریشان کیوں ہو۔

گوئٹے ۱۸۱۵ء میں دوبارہ ویز باڈن آئے۔ اس عرصہ میں ولے مر خاندان سے ان کے دوستانہ مراسم کافی استوار چکے تھے۔ ماریانہ سے وہ باقاعدہ خط و کتابت کرتے وہ حافظ کے انداز میں نغمہ سرا ہوتے ماریانہ شاعر المانوی کی پیروی میں انہی کے طرز پر جوابی نظمیں کہتیں اور نتیجہ یہ ہوا کہ ماریانہ کے قلم سے چند ایسی نظمیں بھی منصۂ شہود پر آ گئیں جو اب ''دیوان شرق و غرب'' کا قابل فخر سرمایہ ہیں! گوئٹے نے اپنا دیوان ترتیب دیتے وقت ماریانہ کے نغموں کو بھی اپنے دیوان میں شامل کر لیا تھا۔

۱۸۱۵ء میں جب گوئٹے ویز باڈن سے وائمر واپس چلے گئے تو ان کی زندگی نے ایک اور پلٹا کھایا۔ اگر چہ ان دونوں کی باقاعدہ خط و کتابت میں ایک دوسرے سے پھر ملاقات کے وعدے وعید تو بہت ہوئے مگر ۱۸۳۲ء تک جب گوئٹے اس جہان فانی سے رخصت ہوئے ان کی

مزید کوئی ملاقات نہ ہوسکی۔ اوراس دوران گوئٹے آہستہ آہستہ پھراپنی شخصیت کے نہاں خانوں میں روپوش ہوگئے اور معاملہ وہی رہا گویا:-

اپنی تکمیل کررہا ہوں میں ورنہ مجھ کو تو تجھ سے پیار نہیں!

گوئٹے کی وفات کے بعد ماریانہ نے ان کے انداز میں ایک آدھ نظم کے علاوہ پھر کچھ نہ لکھا اور یوں ''لیلیٰ مجنوں'' یا ''یوسف زلیخا'' کی کہانی اپنے اختتام کو پہنچی۔ گوئٹے کی نظموں میں جہاں بھی ''زلیخا'' کا ذکر آتا ہے اس سے ان کی محبوبہ ''ماریانہ و لے مر'' ہی مراد ہے!

زیرِنظر نظم ''یاد ماضی حال کے آئینے میں'' کا یہ بند اب زیادہ وضاحت طلب نہیں:-

''ہمیں چاہیے کہ ہم آج کے ساتھیوں کی معیت میں اپنا پرمسرت سفر جاری رکھیں۔ اس کا ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ ہمارے آج کے رفیق یہ نہیں کہہ سکیں گے کہ ہم دونوں کی ماضی کی محبت خودغرضی پرمبنی صرف ہم تک محدود تھی!''

۱۳۔ نغمہ اور صورت گری (Lied und Gebilde)

یونانی[1] فن کار مٹی سے برسرِ پیکار

شبیہیں بنانے میں مگن ہے

فنکار کا بیٹا کھلونے گھڑ رہا ہے کھلونے توڑ رہا ہے۔

مجھے میرا دریا فرات ان سب سے زیادہ پسند ہے۔

وہ میرا اہم سفر، یہاں وہاں، میرے ساتھ محوِ خرام ہے۔

میری سدا کی تشنہ روح جونہی سیراب ہوگی

اس سے نغموں کے چشمے جاری ہونگے۔

تب شاعر کے لمس سے، سادہ پانی بھی

نت نئی تخلیقات کا موجب بنے گا

جن کے مقابلے میں یہ یونانی فن پارے ہیچ ثابت ہونگے!

(مغنی نامہ)

---☆---
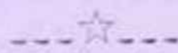
[1] یونان سے مشرق کی سمت روحانی سفر

۱۴۔ پامردی[1] (DREISTIGKEIT)

انسان کی صحت کا آفاقی معیار کیا ہے؟
چنگ وصوت سے فیض یابی!
مشکلات کا پامردی سے مقابلہ!
زندگی سے بھرپور خراجِ تحسین کا حصول!
پیشتر[1] اس کے کہ وہ داعیٔ اجل کو لبیک کہے۔

شاعر کی روح تکمیل ذات کے لیے بے چین ہے۔
''خوب[2] سے خوب تر کی دیوانہ وار جستجو''

اسے مضطرب رکھتی ہے۔
بظاہر تو یوں لگتا ہے کہ شاید دلِ حزیں
بدلتے ہوئے سنگین حالات سے خوف کھا جائے۔
مگر ''مرد کے لیے'' روزِ بلا[3] روزِ صفا'' سے کم نہیں!

(مغنی نامہ)

---☆---
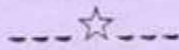
۱۔ زان پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند (سعدیؒ)

۲۔ چو نظر قرار گیرد بہ نگار خوبروئے تپد آں زمان دلِ من پئے خوبتر نگارے (اقبالؒ)

۳۔ از بلا ترسی؟ حدیثِ مصطفیٰ ست مرد را روزِ بلا روزِ صفاست (اقبالؒ)

---

[1] گوئٹے کا نظریہ حیات یہ تھا کہ مرد کامل وہ ہے جس کی توقعات اور صلاحیتیں برابر ہوں۔

۱۵۔تلخ وشیریں(Derb und Tuechtig)

تمہارے شاعر پر اس وقت بغاوت کی کیفیت طاری ہے۔
اسے اس کے لیے موردِ الزام بھی نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔
پس اپنے گرم ترین خون کو کھل کھیلنے دو
اور میری طرح آزادانہ سوچ کا رویہ اپناؤ!
اگر میرے اوقات تلخ ہوں تب بھی میرے حواس قابو میں رہیں گے
اور قدرے تم سے بھی زیادہ!
شرم وحیا کم سنوں کے لیے۔۔۔۔خوب ہے کیونکہ
انہیں ہر دم نرم ونازک محبت کی جستجو رہتی ہے۔
وہ جذبات کی اسیر ہوتی ہیں۔
اور شرم وحیا کوئی ایسی بری چیز بھی نہیں۔
کم از کم ہم نے اپنے بزرگوں سے یہی سنا ہے
جو زمان ومکان کا علم جاننے کا دعوے کرتے ہیں۔
بہرکیف شاعر پر اس وقت بغاوت کا موڈ طاری ہے۔
لیکن وہ اس وقت اس کے اظہار کے حق میں نہیں۔
(درِ مے کدہ وا ہے) بہتر ہے کہ سب خونِ گرم رکھنے والے
میرے ساتھ اندر چلیں۔
اے جبہ ودستار سے عاری ناصحِ مشفق!
اپنے فرسودہ وعظ کو ترک کرو
تم چاہے مجھے کیسے ہی محرومیوں کا شکار بناؤ

مجھے شرم وحیا کا خوگر بنانا تمہارے بس کا روگ نہیں!
تمہاری بے معنی لفاظی مجھے تم سے دور رکھنے پر مجبور کرتی ہے!
یہ تمہارا افسردہ وعظ میں کب کا ترک کر چکا
جیسے میرا پرانا بے کار جوتا۔
شاعر اپنے دنیاوی نفع نقصان کی ذرہ بھر پروا نہیں کرتا۔
اگر تم یہ راز سمجھ لو
تو شاید تم بھی اسے اس کی کوتاہیوں پر معاف کردو!

(مغنی نامہ)

---☆---

گوئٹے کی نظم ''تلخ وشیریں'' اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے یہ جہاں رنگ وبو بے مقصد نہیں بنایا۔ اس دنیا میں جس قدر اہمیت صحیح سوجھ بوجھ سوچ بچار اور ذہنی طور پر مستعد رہنے کی ہے اسی قدر اہمیت حواسِ خمسہ کی بھی ہے۔ حواس کی قدر و قیمت کی نفی کر کے تارک الدنیا اور زاہدِ خشک بن جانا فطرت کا منشا نہیں۔ تکمیلِ انسانیت میں ذہن کے ارتقا کے ساتھ حواس کی بالیدگی کو بھی مدنظر رکھنا اور زندگی کی رنگینیوں اور رعنائیوں سے بھرپور لطف اٹھانا عین تقاضائے فطرت ہے!

گوئٹے کا ''دیوان شرق وغرب'' اور اس کی بیشتر نظمیں اسی نکتہ کے اردگرد گھومتی ہیں کہ شاعر کا یہ سفر مشرق، حسیاتی بھی ہے اور روحانی بھی!

۱۶۔ حیات نو (Alleben)

حافظ محترم! جب آپ اپنی محبوبہ کو نذرانے کے طور پر پیش کرنے کے لیے
خوبصورت گیتوں کے ہار پروتے ہیں
تو گویا دیگر فنکاروں کی طرح خاکِ پاک سے فن پارے تشکیل دیتے رہتے ہیں۔
ان سب کے مقابلے میں مجھے تو اپنی محبوبہ کی دہلیز کی خاک زیادہ عزیز ہے۔
اس سنہرے گلدار قالین سے بھی عزیز تر
جس پر خلیفۂ وقت کے معتمدین سر جھکائے دست بستہ ایستادہ ہیں!
میری محبوبہ کے درِ دولت سے گرد کے جو بادل اڑ اڑ کر فضا میں شامل ہوتے ہیں
مجھے ان کی خوشبو کستوری سے زیادہ بھلی لگتی ہے۔
شمال کی نم آلود ہوا میں یہ گرد و غبار کہاں؟
جنوبی گرم ممالک[1] میں میرا اس سے سدا واسطہ رہا ہے۔
میں اکثر سوچتا ہوں وہ بند دروازہ اتنا عرصہ کس پاداش میں
اپنے التفات سے مجھے محروم رکھتا رہا۔
اے طوفان باد و باراں! میرے دکھ کا مداوا کرو۔
میری تشنہ لبی سے مجھے نجات دلاؤ۔
اب جب بجلی، گرج کے ساتھ فلک پر کوندتی ہے
فضا کی آوارہ گرد، نمی سے مل کر زمین میں جذب ہو رہی ہے
اور زندگی کا متبرک تخلیقی عمل ایک غیر محسوس طریقہ سے
جاری و ساری ہے۔
اسی کے دم قدم سے اشیاء کی حیات نو[2] اور بظاہر مردہ سبزے کی
جا بجا نمو دِتازہ ہے!

(مغنی نامہ)

---☆---

[1] سرزمین اٹلی کے سفر کی طرف اشارہ

[2] مَن نَزَّلَ مِنَ السَّماءِ ماءً فَاَحیا
بِهِ الارضَ مِن بَعدِ مَوتِها
(کس نے آسمان سے پانی برسایا اور اس کے ذریعے سے مردہ پڑی ہوئی زمین کو جلا اٹھایا)

شاعر المانوی ولف گانگ فان گوئٹے کی شاعری ان کی ذاتی زندگی کا عکس ہے۔
انہوں نے خود اپنی نغمہ سرائی کو واقعاتی کہا ہے۔ ان کی ابتدائی شاعری اس دور کی پیداوار ہے۔
جب وہ بے انتہا ذہنی کرب کا شکار تھے اور چاہتے تھے کہ انہیں امن وسکون کا کوئی گوشہ میسر ہو تو وہ
اپنی بے پناہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر اس ذہنی دباؤ سے چھٹکارا حاصل کریں۔ چنانچہ انہوں
نے حافظ کے دیوان سے متعارف ہوتے ہی مشرق ومغرب کے امتزاج سے ایک خیالی دنیا آباد
کی اور ان کی مشہور ومعروف نظم ''ہجرت'' (Hegire) اس کی بہترین مثال ہے۔

گوئٹے کے ''دیوان شرق وغرب'' کے مطالعے سے یہ بات بھی بالکل عیاں ہے کہ ان
کے نزدیک ابن آدم اور اس وسیع وعریض کائنات کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ
حسین وجمیل دنیا بے مقصد پیدا نہیں کی۔ یہ کائنات باوجود قدیم ہونے کے ہر لمحہ تروتازہ ہے۔
سورج کی روشنی روز اول سے حیات بخش اور روح پرور ہے۔ ہر بارش کے بعد مردہ زمین کا اپنے
برگ وبار کے ساتھ دوبارہ زندہ ہونا قدرت کا ایک انمول کارنامہ ہے۔ انسان چونکہ اس روئے
زمین پر اشرف المخلوقات ہے اسے وقتی مشکلات سے خوفزدہ ہوکر زندگی سے مایوس ہونے کی
ضرورت نہیں۔ انسان صرف اس وقت انسان کامل کہلوائے جانے کا مستحق ہے جب کہ اس کی
توقعات اس کی صلاحیتوں کے مطابق ہوں۔

جہاں تک شاعر المانوی کی اپنی ذات کا تعلق ہے وہ بیک وقت فن کار، سائنسدان،
فلسفی، شاعر اور دنیادار انسان تھے۔ گوئٹے نے نیوٹن کے روشنی کے نظریات کے خلاف باقاعدہ مہم
چلائی اور وہ آخر دم تک ان سے برسر پیکار رہے۔ وہ زرتشت کی تعلیمات کو ہندومت اور بدھ مت
کے مقابلے میں زیادہ درخور اعتنا سمجھتے تھے کیونکہ ان کے نزدیک روشنی اور تاریکی ایک دوسرے کی
ضد ہیں۔ دنیائے رنگ وبو سپید اور کالے دھبوں کا امتزاج ہے۔ پارسیوں کی آگ روح کو جلا
بخشنے والی اور طہارت کی علامت ہے۔ قدرت کا منشا اگر اس جہان کو تیاگ دینے کا ہوتا تو رب
کائنات اس حسین دنیا کو کبھی تخلیق نہ کرتا۔ گوئٹے کے نزدیک اسلام ایک آفاقی امن وسلامتی کا
پیغام ہے۔ ''ہجرت'' اندھیرے سے روشنی کی طرف ایک لابدی سفر ہے۔ ابن آدم کی تکمیل خودی
کے لیے عشق کا سہارا ناگزیر ہے۔

شاعری روح کی غذ ہے اوراس کی جڑیں اس سرزمین میں ہونی چاہئیں جہاں شاعر نغمہ سرا ہے مگراس کا پیغام بہر حال آفاقی ہے کیونکہ مشرق ومغرب شمال وجنوب کی تفریق سراسر غیر انسانی اورفطری ہے۔ وللہ المشرق والمغرب!

گوئٹے کی نظم (Alleben) ''حیات نو'' اس سفر کی پیداوار ہے جب وہ جون ۱۸۱۴ء میں وائمر سے ''ویزباڈن'' روانہ ہوئے۔ اس وقت گوئٹے کا اپنی ''زمین'' سے رابطہ صحیح طور پر دوبارہ قائم ہوا۔ گوئٹے نے اس سفر کے دوران جو نظمیں کہیں وہ ان کی ''حیات نو'' کی مظہر ہیں۔ ان نظموں میں وہ پھر سے تروتازہ نظر آتے ہیں۔ یہاں ان کی ذاتی کہانی فطرت کے آثار سے مل کر آفاقیت میں بدل جاتی ہے۔ گوئٹے نے ویزباڈن کے سفر پہ نکلنے کے چار دن بعد ہی انفس وآفاق میں جھانک کر اس حقیقت کا ادراک کرلیا تھا کہ یہی وہ امن وسکون اور عافیت کی گھڑی تھی جس کی خواہش انہوں نے ''ہجرت'' جیسی نظم کہہ کر کچھ عرصہ پہلے کی تھی! گوئٹے کا ''دیوان شرق وغرب'' خاص کر ان کی نظم ''حیات نو'' سفر نامہ بھی ہے اور ان کی اپنی زندگی کی خود نوشت بھی۔

گوئٹے کے دیوان کا ہر شعر اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ ان کی شاعری یورپ کا ذہنی اور روحانی جمود توڑنے کے لیے وجود میں آئی ہے اسے تھپک تھپک کر سلانے یا یورپ کی غفلت میں مزید اضافہ کرنے کے لیے نہیں۔ گوئٹے کے ''دیوان شرق وغرب'' کا ''فاؤسٹ'' کے مقابلے میں ان کے اپنے ہم وطنوں کے ہاں کم مقبول ہونا اس بات کی شہادت کے لیے کافی نہیں کہ یہ کسی طرح بھی ''فاؤسٹ'' سے کم تر درجے کا کلام ہے۔ گوئٹے کی نظم ''حیات نو'' اور ان کے دیوان کی ایک اور خوبصورت نظم ''آرزوئے جمیل'' اس امر کا بین ثبوت ہیں کہ ''فاؤسٹ'' کی طرح ''دیوان شرق وغرب'' میں بھی انہوں نے ''انسان کے امکانی نشوونما کے مدارج بڑی خوبی سے بتائے ہیں''۔ گوئٹے کی نظم ''حیات نو'' کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ زندگی مسلسل جدوجہد اور کش مکش کا نام ہے۔ حیات کا جوہر یہ ہے کہ انسان اپنی بے پناہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے نت نئی آرزوؤں کو اپنی ممکنہ صلاحیتوں کے تابع کرے اور کائنات سے ہم آہنگ ہوکر اپنے لیے روز ''جہان تازہ'' تخلیق کرے اور مشکلات پر قابو پاکر ''حیات نو'' حاصل کرے!

۱۷۔ آرزوئے جمیل (Selige Sehnsucht)

شاعر کی بات کسی اور سے نہ کہنا
یہ خواص سے کہنے کی بات ہے
عوام اس کی تاب نہیں لا سکتے
مجھے اس زندگی سے پیار ہے
جو ہر دور میں شعلوں میں بھی نغمہ بار رہی ہے
کیا تمہیں وہ خنک، وجد آفریں راتیں یاد ہیں
وہ کیسے کیف آور لمحات تھے
جب شمع کی روشنی میں محبت بار آور ہوئی!
اب جبکہ وہ لمحات گزر چکے
اور زندگی پر جمود کے سائے چھائے ہیں
تم پر ایک بار پھر جنون طاری ہوگا
اور تم "حیات نو" کی طرف گامزن ہوگے
تمہارا یہ تازہ سفر سبک اور مسحور کن ہوگا
اور تمہاری کیفیت وہی ہوگی
جو شمع فروزاں کے گرد پروانہ سوزاں کی ہوا کرتی ہے
تمہاری زندگی میں جونہی تمہیں یہ بابرکت لمحہ نصیب ہو
تم اپنی جانِ شیریں جان آفریں کے سپرد کر کے
"حیات نو" حاصل کرنا
یہ زندگی تو محض ایک تاریک کرے پر ہمارا قیامِ عارضی ہے

(مغنی نامہ)

گوئٹے کی نظم ''آرزوئے جمیل'' ''دیوان شرق وغرب'' کی بہترین نظموں میں شمار کی جاتی ہے۔ یہ نظم اس دور کی یادگار ہے جب ۱۸۱۴ء میں گوئٹے ویزباڈن کے سفر پر تھے اور ابھی ان کی ملاقات ان کی مستقبل کی محبوبہ ''ماریانہ فان ولے مر'' سے نہیں ہوئی تھی۔ جہاں تک ''خواہش بابرکت'' کے مرکزی خیال کا تعلق ہے اس پر خواجہ حافظ بھی طبع آزمائی کر چکے تھے کیونکہ ''شمع و پروانہ'' کا باہمی تعلق شعرائے مشرق کا محبوب موضوع رہا ہے تاہم گوئٹے نے یونانی دیومالا کے زیر اثر اس میں یہ اضافہ کیا کہ شمع فروزاں پر پروانے کا جل کر راکھ ہو جانا دراصل انسان کی یہ دیرینہ خواہش ہے کہ محبت میں سب کچھ قربان کر کے ایک نئی اور بہتر زندگی حاصل کی جائے!

گوئٹے اپنی نظم "Alleben" یعنی ''حیات نو'' میں بھی اس حقیقت کی طرف اشارہ کر چکے ہیں کہ آسمان سے پانی برستا ہے تو اس کے ذریعے سے مردہ زمین اور اس کی ہر چیز پھر سے جی اٹھتی ہے۔

گوئٹے کے نزدیک یہی ہماری ارضی زندگی کا مبارک تخلیقی عمل ہے۔ یہی انسان کا اپنی ذات کے خول سے نکل کر کائنات میں پھیل جانا ہے اور یہی ابن آدم کی ظاہری فنا کے بعد اس کی ایک نئی اعلیٰ وارفع زندگی کی بابرکت خواہش ہے!

''آرزوئے جمیل'' میں گوئٹے نے اگرچہ ''پروانہ'' کے جل مرنے کو تکمیل ذات کا ایک مرحلہ قرار دیا ہے مگر وہ فی الحقیقت ''رہ عشق'' میں جان گنوانے کے قائل نہ تھے چنانچہ انہوں نے عمر کے مختلف مراحل میں ''تکمیل ذات'' کے لیے بارہا عشق کا سہارا لیا مگر بقول حضرت علامہ اقبال نتیجہ وہی رہا:

''چو نظر قرار گیرد بہ نگار خوبروئے　　　تپد آں زماں دل من پئے خوبتر نگارے!''

ذیل میں علامہ اقبال کی نظم ''شمع و پروانہ'' پیش کی جا رہی ہے جس سے گوئٹے کی نظم ''آرزوئے جمیل'' کا لطف دوبالا ہوگا۔

شمع و پروانہ

پروانہ تجھ سے کرتا ہے اے شمع پیار کیوں؟ — یہ جان بے قرار ہے تجھ پہ نثار کیوں؟
سیماب وار رکھتی ہے تیری ادا اسے — آداب عشق تو نے سکھائے ہیں کیا اسے؟
کرتا ہے یہ طواف تری جلوہ گاہ کا — پھونکا ہوا ہے کیا تری برق نگاہ کا؟
آزارِ موت میں اسے آرامِ جاں ہے کیا؟ — شعلے میں تیرے زندگی، جاوداں ہے کیا؟
غم خانہ، جہاں میں جو تیری ضیا نہ ہو — اس تفتہ دل کا نخل تمنا ہرا نہ ہو
گرنا تیرے حضور میں اس کی نماز ہے — ننھے سے دل میں لذت سوزوگداز ہے
کچھ اس میں جوش عاشق حسن قدیم ہے — چھوٹا سا طور تو، یہ ذرا سا کلیم ہے

پروانہ اور ذوق تماشائے روشنی!
کیڑا ذرا سا اور تمنائے روشنی!

اقبال "بانگ درا"

---☆---
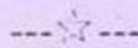
۱۸۔عرف (Beiname)

شاعر: محمد شمس الدین! یہ تو بتایئے کہ آپ کا نام حافظ کیسے پڑا؟

حافظ: شکریہ۔ میں ابھی عرض کئے دیتا ہوں۔
دراصل میں نے کلام پاک حفظ کیا ہے
اور میں بڑے شوق سے اس کی تلاوت کرتا ہوں
تا کہ یہ میرے سینے میں محفوظ رہے!
میں عملاً اس بات کا پابند ہوں

کہ روزمرہ کی بپتا میرے معمول میں رکاوٹ نہ بنے۔
یہی ہمارے رسول کریم کا فرمان ہے
اور اسی روش کی ہم سے توقع کی جاتی ہے۔
حافظ میرا نام اسی سبب سے پڑا۔

شاعر: حافظ محترم!
اگر یہ بات ہے تو میں بھی آپ کو بتا تا چلوں کہ اگر ہم
دونوں ایک رہے تو بعید نہیں کہ ہم تکمیلِ ذات کا یہ
مرحلہ بخیر و خوبی طے کر لیں۔
آپ کی طرح خود مجھ پر بھی میری کتاب مقدس کا اثر ہے
بالکل ویسے جیسے اس کفن پر ہمارے آقا کا سایہ
ثبت ہے جس میں وہ دفنائے گئے تھے۔
میرے سینے میں بھی ایسا خزانہ پوشیدہ ہے
جو شک و شبے سے بالاتر ہے
دشمن کی دست برد سے آزاد ہے
اور چور کی زد سے محفوظ!
میں بھی اعتقاد کی دولت سے سرشار ہوں!

(حافظ نامہ)

---☆---

ا۔ ''خواجہ سنِ شعور کو پہنچے تو مکتب میں قرآن مجید حفظ کیا''۔ (علامہ شبلی نعمانی۔ شعر العجم جلد سوم)

۲۔ ورتل القرآن ترتیلا

۳۔ انا نحن نزلنا الزکر وانا لہ لحفظون

۱۹۔ الزام تراشی (ANKLAGE)

کیا تمہیں علم ہے کہ سنسان پہاڑی غاروں میں شیاطین کس کا انتظار کیا کرتے ہیں؟
وہ جھوٹے اور بدقماش لوگوں کی تاک میں لگے رہتے ہیں
کہ انہیں گھیر گھار کر جہنم رسید کریں۔
یہ شاعر کو کیا ہوا کہ وہ ایسے عجیب وغریب گروہ کا شریک کار بن گیا؟
اس کا یہ عمل تو نرا پاگل پن ہے۔
دراصل محبت شاعر کے لیے شجر ممنوعہ ہو گئی ہے۔
وہ شہر کی حدود سے نکل کر ویرانے کا رخ کرنے لگا ہے۔
اس کے اندوہناک گیت ریت پر ثبت تحریریں ہیں
جنہیں تیز ہوا باقی نہیں رہنے دیتی
شاعر کو خود نہیں معلوم کہ وہ کہنا کیا چاہتا ہے۔
اور جو کچھ وہ کہتا ہے اس پر قائم بھی تو۔۔۔۔نہیں رہتا۔
اچھا تو ناصحین خوش اطوار و خوش بیان!
بندۂ مومن کا پسندیدہ طرز عمل پھر کیا ہو؟
حافظ تو کبھی کبھی ایسی باتیں لکھ جاتا ہے
کہ عام سمجھ سے بالاتر ہوتی ہیں۔
مرزا روح کو تشکک کے گہرے گڑھے میں جھونک دیتا ہے۔
اب ایک سیدھا سادہ انسان ان واردات سے کیا نتیجہ اخذ کرے۔

(حافظ نامہ)

---☆---

(۱) مرزا ابوالحسن خان شیرازی (1816) حکیم قاآنی کے والد اور سفیر کبیر مملکتِ ایران مقیم سینٹ پیٹرز برگ (پائے تخت) در عہد قاچار من جانب شاہ عجم ابوالنصر فتح علی شاہ قاچار۔

۲۰۔فتویٰ(FETWA)

حافظ کا شعر کیا ہے؟
حقیقت حال کا ناقابل تردید ترجمان!
لیکن چند ایک چھوٹی موٹی باتیں ایسی بھی ہیں
جو مروجہ قانون کی زد میں آتی ہیں
چنانچہ اگر تم سلامتی ایمان کے دعویدار ہو
تو تمہیں زہر اور تریاق کا فرق معلوم ہونا چاہیے
حدود کی پاسداری صرف اسی وقت ممکن ہے
جب ہم برضا و رغبت اطاعت گزار بندے بن جائیں
نیکی ہمارے لئے باعث تسکین ہو
اور بدی سے ہم یوں بھاگیں جیسے زہر ہلاہل سے
''ابوسعود'' کی اللہ مغفرت فرمائے
یہ سب پتہ ان ہی کا فرمودہ ہے!

(حافظ نامہ)

۲۱۔ تشکر المانوی (Der Deutsche dankt)

محترم "ابوسعود!" آپ کا ارشاد سر آنکھوں پر
شاعر کے لئے آپ منبع رشد و ہدایت ہیں

شاعر کی بات عجیب و غریب ہے
جسے لوگ تجاوزات کہتے ہیں
وہ انہی کو اپنی میراث اور مسرت کا سرچشمہ سمجھتا ہے
چاہے اسے کتنا ہی دکھ اٹھانا پڑے۔
اس کی لغت میں تریاق اور زہر برابر ہیں
اور انہیں ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔
شفا اور موت اضافی چیزیں ہیں
اور زندگی صرف حسن عمل سے عبارت ہے
اس کا ثبوت یہ ہے کہ ان چیزوں کا خمیازہ جس میں "حسن نیت" شامل ہو صرف عامل ہی کو بھگتنا پڑتا ہے جب کسی طور نقصان اٹھانے کی نوبت آ جائے۔
(دوسرے دنیادار لوگ نقصان کی نوبت آنے پر اپنا طرز عمل تبدیل کر دیتے ہیں)
پس شاعر سال خوردہ کو اب بھی امید ہے
کہ وہ جوان رعنا کی صورت میں جنت میں
لے جایا جائے گا۔
اور اس کے حسن نیت کے سبب
حوریں اس کا شایان شان استقبال کریں گی!
محترم "ابوسعود"! آپ کے ارشادات کا شکریہ!

(حافظ نامہ)

۲۲۔فتویٰ(FETWA)

''مصری'' کی تمام نظمیں مفتیٔ وقت نے پڑھ ڈالیں
ہر نظم کو چھان پھٹک کر دیکھ لیا
کسی میں بھی کوئی علم والی بات نظر نہیں آئی
حکم دیا کہ ان سب کو نذرِ آتش کر دو
یوں کتابِ حسن کا خاتمہ ہو گیا۔
منصف نے فیصلہ سنا دیا کہ سب کچھ نذرِ آتش کر دو
صرف دوزخ کی صعوبت سے وہ محفوظ رہے گا
جو ''مصری'' کی طرح سوچ و گفتار کا حامل ہو
کیونکہ اللہ نے شاعر کو جو صلاحیت بخشی ہے
اگر وہ اس کا غلط استعمال کرے
تو پھر معاملہ شاعر اور اللہ کے درمیان رہ جاتا ہے
کہ اس سے کیا سلوک کیا جائے!

(حافظ نامہ)

---☆---
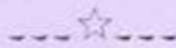
(۱) ذوالنون مصری (۷۹۶ء۔۸۵۹ء)
صوفی بزرگ'ثوبان بن ابراہیم نام'ابوفیض کنیت'علم کی جستجو میں دور دراز کے سفر کیے آخر قاہرہ میں قیام کیا۔ جہاں معتزلی عقیدے کی مخالفت پر گرفتار کر کے بغداد بھیج دیے گئے۔ وہاں کچھ عرصہ قید رہے مگر بعد میں رہا کر دیے گئے۔ قاہرہ کے نزدیک خیبرہ کے مقام پر انتقال کیا۔ وہیں دفن کیے گئے۔ صوفیا کے نزدیک ان کا مرتبہ بلند ہے۔ معرفت کے متعلق انہوں نے ہی مختلف مدارج مقرر کیے۔ جن کو مقامات کہتے ہیں۔ چند کتابیں تصنیف کیں جو نایاب ہیں۔
(فیروز سنز۔اردو انسائیکلوپیڈیا)
تیسرا ایڈیشن جنوری ۱۹۸۴ء

۲۳۔ لامحدود (Unbegrenz)

یہ تصور کہ انسان عظیم مخلوق ہے اور فنا نہیں ہوتا
باعث اطمینان ہے۔
یہ خیال کہ گزرا ہوا دور واپس نہیں آ سکتا
ہمارا مقدر ہے۔
تمہارا نغمہ۔۔۔ محرابی کہکشاں کی صورت میں کائنات میں محو خرام ہے۔
کسی چیز کی ابتداا اور انتہا کا معلوم کرنا خاصا دشوار ہے۔
بس یوں جان لو کہ شاہراہ حیات کے وسط میں کھڑے ہو کر
پیچھے دیکھو تو ابتدا تھی اور آگے دیکھو تو انتہا ہے۔
حقیقی مسرت اور سچی شاعری کی جڑیں خود شاعر میں پیوست ہوتی ہیں۔
تمہاری اپنی ذات سے کئی نعمتوں کے چشمے پھوٹتے رہتے ہیں۔
ایک حیات بخش بوسۂ شیریں!
ایک جہاں سوز نغمۂ شعلہ بار!
جام و مینا کے رسیا ہونٹ!
محبت سے روشن قلب سلیم!
میں باقی دنیا سے منہ موڑ کر صرف حافظ سے اپنا رشتہ جوڑوں گا۔
وہ میرے دکھ درد اور پر مسرت لمحات کے رفیق ہونگے
جیسے دو جڑواں بھائی۔
مے و محبت ہمارا باہمی مسلک ہو
تو اس سے عزت نفس کیوں مجروح ہوگی۔
ایک عرصہ کے بعد میرے نغمے پھر سے شعلہ بار بن گئے ہیں
اور ماضی سے حال کا رشتہ دوبارہ جڑ گیا ہے۔

(حافظ نامہ)

۲۴۔ نقالی (NACHBILDUNG)

حافظ محترم! تیری غزل سرائی کی ایک دنیا قائل ہے
میں تیری ہی دھن میں نغمہ سرا رہنا چاہتا ہوں
میری آرزو ہے کہ میں پہلے روح معانی تک پہنچوں
درست الفاظ کی یافت تو بعد کی بات ہے
میں ایک مرتبہ کی کہی بات کیوں تبدیل کروں
جب تک کہ الفاظ کے رد و بدل سے بہتر معانی کی توقع نہ ہو
یہ رموز میں نے تیرے بے نظیر کلام سے اخذ کئے ہیں۔
جیسے کہ شہر ملک معظم میں ایک بے باک چنگاری
تیز و تند ہوا کی موجودگی میں
سارے شہر کو شعلہ بداماں کر سکتی ہے
چاہے وہ خود بعد میں تاروں کے جہاں میں تحلیل ہو
ویسے ہی میرے المانوی قلب پر
یہ ازلی روشنی
تیرے ہی دم قدم سے پڑ رہی ہے
اور میری حیات نو تیری۔۔۔ضوفشانی کی مرہون منت ہے!

(حافظ نامہ)

۲۵۔ رازِ آشکارا (OFFENBAR GEHEIMNIS)

حافظ محترم! اہل علم تجھے لسان الغیب کہتے ہیں
حالانکہ جو الفاظ تو نے اپنے دیوان میں استعمال کئے ہیں
وہ ان کی صحیح قدر و قیمت تک سے واقف نہیں۔
وہ اپنی خود کشید کثیف شراب
بازار میں لا کر تیرے نام سے عوام الناس کو دھوکہ دے رہے ہیں
تیرا صوفی باصفا ہونا تو برحق ہے
مگر ان نادانوں کو تو صحیح طور پر پڑھنا بھی نہیں آتا۔
ہماری نگاہ میں بغیر پاکبازی کے بلند بانگ دعوے کئے
تو عظیم و بابرکت ہے
مگر یہ لوگ اسے مان کر دینے والے نہیں۔

(حافظ نامہ)

۲۶۔ اشارہ (WINK)

جن حضرات کو میں برا بھلا کہہ رہا ہوں
(کہ الفاظ کی صحیح قدر و قیمت سے واقف نہیں)
وہ پچھا ایسا غلط بھی نہیں کہہ رہے۔
یہ تو بہر حال ایک مانی ہوئی بات ہے
کہ لفظ پہلو دار ہوتے ہیں۔
دراصل لفظ کیا ہے؟ ایک رنگین چلمن
جس میں سے معانی چھن چھن کر آتے ہیں
چلمن کے پیچھے کیا ہے؟ دو جادو بھری آنکھیں
وہ بے شک محبوب کے چہرے کو چھپا لے
حسن مجسم کو تو نہیں چھپا سکتی۔
محبوب کی مسحور کن آنکھیں پس پردہ بھی
شاعر کی نظر کو خیرہ کر سکتی ہیں!

(حافظ نامہ)

۲۷۔ بحضور حافظ (An Hafis)

دنیا جہان کو جن نعمتوں کی تلاش ہے
خالق نے وہ نعمتیں تجھے پہلے ہی عطا کر دی ہیں
اور تو نے بھی ان کی قدر شناسی کا حق ادا کر دیا ہے
یہاں مزدور سے لیکر بادشاہ تک ہر شخص اپنی خواہشات کا اسیر ہے
پھر ہم تعمیل ارشاد کیوں نہ کریں
دنیا کا تو دستور ہی یہ ہے کہ
کسی کے گلے میں پھانسی کا پھندا ہے
تو کوئی پھر بھی قانون شکن اور باغی ہے۔
پیر و مرشد! معافی کا خواستگار ہوں
میری محبت کی دارفتگی سے تو تم خوب واقف ہو۔
میری محبوبہ جہاں بھی جاتی ہے
میں اس ''سروِ صنوبر خرام'' کا تعاقب کرتا ہوں
اس کا دل آویز تبسم لمحہ بھر میں فکر و اندوہ کو تحلیل کر دیتا ہے۔
(جیسے ہوا کے چلنے سے گہرے بادل بکھر کر رہ جائیں)
اس کی عطر بیز سانسیں مشرق سے چلنے والی بادِ صبا کی طرح روح پرور اور جانفزا ہیں۔
اس کے گھنیرے کالے گیسو ملائم، شکن در شکن اور ہوا سے ہم کلام ہیں۔
اس کی فراخ اور کشادہ پیشانی فرحت بخش و دلفریب ہے۔
اس کی شیریں آواز مترنم اور مسحور کن ہے۔
اس کے مسکراتے لب بیک وقت دل شاعر کو غم دو جہاں سے آزاد بھی کرتے ہیں اور اسے اپنی زنجیر

میں جکڑتے بھی ہیں۔
ایسے راحتِ جاں لب نہ کسی اور کے حصے میں آئے
نہ ان معطر سانسوں کی خوشبو کسی اور نے زیرِ فلک محسوس کی۔
جب جذبات سرد پڑ جاتے ہیں
اور بندہ شراب وشیشے کا طلبگار ہوتا ہے
تاکہ مضمحل قویٰ بحال ہوں
اس وقت مغ بچہ کی تگ ودو کا حساب رکھنا محال ہو جاتا ہے
دل پر اس گھڑی لرزہ طاری ہوتا ہے۔
آنکھیں مخمور ہوتی ہیں۔
وہ (طفلِ مکتب) تجھ سے وعظ ونصیحت کا مشتاق ہوتا ہے
کیونکہ مے کے نشے میں کہی ہوئی بات سچی اور ریا سے پاک ہوتی ہے۔
اس مغ بچہ کے لیے تم اپنے جہان وسیع میں جگہ بنالو۔
وہ شباب کی دہلیز پر قدم رکھنے والا ہے۔
اس وقت اہم ضرورت یہ ہے کہ اس کی روح کو آلائشوں سے پاک کیا جائے۔
جب تکمیل انسانیت کا یہ مرحلہ بحسن وخوبی طے پائے
تو پھر بادشاہ وقت کی طرف بھی متوجہ ہونے کی ضرورت ہے۔
تاج وتخت اور شہزادوں کی سرپرستی بھی بہر کیف غنیمت ہے۔
حافظ محترم! تجھے کاروبار جہاں کے طور اطوار بخوبی معلوم ہیں
اور یہ تو روزمرہ کا معمول ہے۔
آؤ ہم مل جل کر زمانے کے گرم وسرد کا مقابلہ کریں۔

(حافظ نامہ)

۲۸۔ مثالی عُشاق (Musterbilder)

تاریخ میں یوں کئی عاشق زار گزرے ہیں
مگر چھ جوڑے ایسے ہیں جو خاصے شہرت یافتہ ہیں
جب بھی تمہارا جذبہ عشق سرد پڑ جائے
تم انہیں یاد کرلو
ان کی یاد سے تمہارا نہاں خانہ دل روشن ہو جائے گا
''رستن و روداوُ'' کو گزرے زمانہ بیت گیا
''یوسف وزلیخا'' کی داستان گویا کل کی بات ہے
''فرہادوشیریں'' جیسا تو کوئی پیدا ہی نہیں ہوا
رہا ''لیلیٰ مجنوں'' کا عشق
وہ اب ضرب المثل بن چکا ہے
''بوتانا'' سے ''جمیل کا عشق
اور ''شیبااورسلیمان'' کا قصہ!
واللہ! تم ان عاشقانِ پاکباز کو یاد رکھو گے
تو تمہارا سفینہ عشق بھی ایک روز کنارے لگ ہی جائے گا!

(عشق نامہ)

(۱) RUSTAN - RODAWU
(۲) (BOTEINAH
(۳) DSCHEMIL

☆☆ "Herbelot's Bibliotheque Orientale" سے گوئٹے نے متذکرہ بالا ''مثالی عشاق'' کے چھ جوڑے منتخب کیے۔ دو جوڑے اگرچہ بظاہر غیر مانوس ہیں مگر عشاق کہاں نہیں پائے جاتے۔ گوئٹے نے ان چھ جوڑوں میں سے بھی ''یوسف زلیخا'' کو پسند کیا اور اپنی محبوبہ ''ماریانہ ینگ'' کو اپنی نظموں میں ''زلیخا'' سے یاد کیا مگر اپنے لئے یوسف کے بجائے بعض نظموں میں ''حاتم'' کا نام استعمال کیا!

۲۹۔ایک جوڑا اور۔۔۔(Noch ein Paar)

عشق سے بڑھ کر اور کیا کاروبارِ دنیا ہو سکتا ہے؟

اس رہ میں اگرچہ ملک و مال اور طبل و علم نہیں

مگر عاشق من کا موجی ہوتا ہے

جب تک لوگ دنیا میں آسمانی قصے دہرائیں گے

وامق و عذرا کی کہانی بھی عشاق میں دلچسپی سے سنی جائے گی

شاید یہ تفصیل تو کسی کو معلوم نہ ہو

کہ رہِ عشق میں ان دونوں پر کیا گزری

لیکن جب بھی ان کا نام لبوں پر آئے گا

عقیدت مندوں کی گردنیں احترام سے جھک جائیں گی

میں نے کتابِ عشق کے سب اوراق غور سے پڑھے ہیں

سچ تو یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر حیرت انگیز کتاب اور کوئی نہیں

اس کے صرف چند ہی صفحات مسرت بخش ہیں

باقی سب دکھ ہی دکھ ہے

کتابِ عشق کا ایک پورا باب ''ہجر'' پر مشتمل ہے

وصل کا بالکل مختصر سا ذکر ہے

وہ بھی کچھ یہاں کچھ وہاں

اور غم و آلام سے تو گویا باب کے باب پر ہیں

قصہ غم جوں جوں آگے بڑھتا جاتا ہے

سننے والوں پر کیفیت مرگ طاری ہوتی جاتی ہے

یوں معلوم ہوتا ہے دکھ درد کی یہ طویل داستان جلد اپنے منطقی انجام کو پہنچ جائے گی
مگر بھلا ہو حضرت نظامی[1] کا

جنہوں نے اس داستان الم کا بھی طربیہ انجام ڈھونڈ لیا
انہوں نے دو ہجر کے ماروں کو آخر کار وصل سے ہمکنار کر دیا!

(عشق نامہ)

---☆---

---

[1] فارسی شاعر، حکیم ابو محمد الیاس بن یوسف بن ذکی بن موید نظامی گنجوی (۱۱۴۰ء۔ ۱۲۱۰ء) کی ولادت شہر گنجہ (سمرقند) میں ہوئی۔ انہیں مختلف بادشاہوں اور وزراء نے انعام و اکرام سے نوازا لیکن یہ کسی دربار سے منسلک نہ رہے۔ شعر و شاعری کے علاوہ تاریخ، ادب، علم ہیت اور علم نجوم میں بڑی مہارت تھی۔ ان کی پانچ مثنویاں (مخزنِ اسرار، خسرو شیریں، لیلی مجنوں، ہفت پیکر اور سکندر نامہ) جو پنج گنج یا خمسہ، نظامی کے نام سے مشہور ہیں، شہرت کا باعث ہوئیں۔

(اردو انسائیکلو پیڈیا، تیسرا ایڈیشن ۱۹۸۴ء فیروزسنز)

۳۰۔ ''زلیخا''[1] (Marianne von Willemer) کے نام

ہاں! یہ لمس اسی کے نازک لبوں کا تھا
یہ نگہ غلط انداز اسی کے چشم ناز کی تھی
یہ عطر بیز سانسیں اسی جان جاناں کی تھیں
کیا اس کرۂ ارض پر کوئی حور تو نہیں اتر آئی؟
وہ یہیں کہیں تو تھی
میں اس پری تمثال کو اب کہاں ڈھونڈوں؟
یہ اُسی کی سحر کاری تھی کہ
اس نے جاتے جاتے میرے قلب حزیں میں
ایک طوفان بپا کر دیا
اور اب میں رہتی دنیا تک اس کی زلفِ گرہ گیر
کا اسیر رہوں گا۔

(عشق نامہ)

---☆---

[1] اصل نام نے ینگ (Nee jung) تھا۔ یہ آسٹریا نژاد تھی۔

۳۱۔انتباہ (Gewarnt)

حافظ محترم! ابتدا میں تو میں ان دشمنانِ دین وایماں
کی چالوں سے بے خبر تھا
میں لاعلمی میں ان کی زلفِ گرہ گیر کا اسیر ہو گیا
یہی معاملہ غالباً آپ کے ساتھ بھی پیش آیا
اب حسینوں نے اپنے طور طریقے تبدیل کر دیے ہیں
انہوں نے دام زمیں رنگ کی طرح زلفوں کو نقاب سے ڈھانپ لیا ہے
ہمیں ان کی روز افزوں چالوں سے ذرا ہوشیار رہنا چاہیے
کبھی کبھی کی دل لگی میں تو کوئی حرج نہیں
مگر مستقل پابند سلاسل رہنے سے گریز لازم ہے!

(عشق نامہ)

۳۲۔انہماک (Versunken)

محبوب کی پر پیچ گھنیری زلفوں سے
شام وسحر کھیلنا میرا محبوب مشغلہ ہے
یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میری حیات نو کا راز ہی یہی ہے
اس وقت وہ آفتِ جاں سرتاپا میرے بس میں ہے
ناصح مشفق! بتا کہ میں کس کس انداز سے اس کی بلائیں لوں
اس کے ابروئے خمدار اس کے چشمانِ نیم وا اور اس کے لب لعلیں
راحتِ جاں بھی ہیں اور دشمنِ دین وایماں بھی
میں اس کی زلف گرہ گیر سے کیسے چھٹکارا حاصل کروں؟
اس کی توبہ شکن اداؤں سے محفوظ رہنا آسان نہیں
حافظ محترم! یہ توبہ توڑنے کی رسم تو خاصی قدیم ہے
اور اس کا ذاتی تجربہ تو پیر ومرشد کو بھی ہوگا!

(عشق نامہ)

۳۳۔احتیاط (Bedenklich)

میرے محبوب! میں تمہیں زمرد کی مثال دیتا ہوں
بظاہر یہ کیسا خوبصورت ہے
اوراس کا سبز رنگ تمہاری انگوٹھی میں کیسا سجتا ہے
مگر تم اس کے پس پردہ خطرات سے بے خبر ہو
کیا تمہیں شعور ہے کہ یہ خطرات کس چیز کی پیداوار ہیں
دراصل انسان کی اپنی تعمیر میں بربادی کی ایک صورت پنہاں ہوتی ہے
ان حقیقتوں سے آشنا ہونے کے لئے بعض مرتبہ لفظ ناکافی ہوتے ہیں
مصلحت یہی ہے کہ ایسے موقعوں پر خاموش رہا جائے۔
میرے گیت قید و بند کی صعوبت برداشت نہیں کر سکتے
بہتر یہ ہے کہ انہیں آزاد چھوڑ دیا جائے
یہ کھلی فضاؤں میں پرواز کر کے ہی راحت محسوس کرینگے
ممکن ہے وقت کے ساتھ ساتھ کائنات کی ہر شے درہم برہم ہو
مگر میری محبت کی طرح میرے گیت لازوال ہیں
میں ہمیشہ تمہاری محبت کے گیت گاتا رہونگا!

(عشق نامہ)

۳۴۔ طفل تسلّی۔ (Schlechter Trost)

میں گذشتہ نیم شب اپنی محرومیوں پر بے اختیار رویا
دیکھتے دیکھتے میرے کمرے میں جن بھوت گھس آئے
انہیں دیکھ کر مجھے بڑی خفت محسوس ہوئی
''تم جو کوئی بھی ہو''
میں نے ان سے گلوگیر آواز میں کہا
''تمہیں یاد ہوگا ایک بار پہلے جب تم لوگ
وہاں سے گزرے تھے
تم نے ایک بے فکرے کو آرام سے محوِ خواب
قطعاً نظر انداز کر دیا تھا
دیکھو! میں وہی بدنصیب انسان ہوں
جسے زمانے نے نیند جیسی عظیم نعمت سے محروم کر دیا ہے
میں اب عقل و دانش سے تہی
ایک احمق شخص ہوں
جسے سب لوگ کبھی زمانے بھر کا دانش ور سمجھتے تھے!''
جن بھوت یا جو کوئی بھی وہ تھے
اپنے دراز سائے پیچھے چھوڑ کر وہاں سے غائب ہو گئے
انہیں اس بات کی قطعاً پروا نہیں تھی
کہ دنیا جہان کا ستایا یہ بوڑھا
عقل سے عاری ہے یا دانش مند!

۳۵۔اطمینان (Genuegsam)

''شاعر محترم! آپ کس خوش فہمی میں مبتلا ہیں؟
آپ کی محبوبہ آپ کے پیار کی متلاشی نہیں
وہ تو محض مزید تعریف و توصیف کی آرزومند ہے

شاعر: ''ناصح مشفق! معاف کیجئے
اس بلائے جاں کا میرے قریب رہنا ہی بسیار غنیمت ہے
محبت بذاتِ خود بہت بڑی نعمت ہے
یہ کاروباری لین دین نہیں
اور محبوب کے حسن کی تعریف میں
زمین آسمان کے قلابے ملانا تو ہمیشہ سے
عاشقوں کا شیوہ رہا ہے!

(عشق نامہ)

۳۶۔سلامِ محبت (Gruss)

میرے مولا! میں اس وقت کن پرفضا مقامات کی سیر کر رہا ہوں
جہاں مجھے پتھر میں ڈھلے قدیم سمندری سنگ پشتوں کی تلاش ہے
اس سرزمین پر جابجا پرندوں کے تاجدار ہدہد سے میرا سامنا ہے
جو زمانے کی نیرنگیوں سے بے نیاز ادھر سے ادھر محوِ پرواز ہے
میں ہدہد سے التجا کرتا ہوں:
''پیارے ہدہد! جا اور میری محبوبہ کو میرا پیام پہنچا دے
کہ میں ہمیشہ اسی کا ہو کے رہوں گا۔
ہدہد! تم اس سے پیشتر تو حضرت سلیمان
اور سبا کی حسین ملکہ کے درمیان
ایسی پیام رسانی کر چکے ہو!''

(عشق نامہ)

۳۷۔ اطاعت (Ergebung)

ایک سوال: عشق کی آگ میں تمہارا مسلسل جلتے رہنا
اور لبوں پر پھر بھی یہ دل آویز تبسم؟
محبت میں جل جل کر راکھ ہو جانا
اور پھر بھی تمہارے رسیلے نغموں کا یہ عالم!

جواب شاعر میری محبوبہ مجھ سے بے اعتنائی برت رہی ہے
میرے سوز و ساز کی مثال جلتی شمع کی سی ہے
شمع رات بھر جل جل کر ماحول کو منور رکھتی ہے
مگر صبحدم اس کا بجھ جانا اس کا مقدر ہے!
میں شمع کے جوش وجذبے کے ساتھ ہجر کے گیت گاتا ہوں!

(عشق نامہ)

---☆---
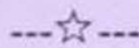
۳۸۔ سوز و ساز عشق کو ایک گوشۂ عافیت کی تلاش تھی
اس نے شاعر کے دلِ ویراں میں بسیرا کرلیا!

(عشق نامہ)

۳۹۔ناگزیر (UNVERMEIDLICH)

گلستاں میں چہچہاتے پرندوں کو کون روک سکتا ہے
کہ وہ نغمہ سرائی بند کر دیں؟
بھیڑوں کا مالک جب ان کی اون اتارنے کا قصد کرے
تو کیا تم بھیڑوں کو مزاحمت سے روک سکتے ہو؟
میرا طرز عمل اگر گنواروں کا سا ہے
تو کیا تم ضرور مجھے بد اطوار کہو گے؟
دیکھا جائے تو میرے طرز عمل کا ذمہ دار
تو وہ چرواہا ہے
جو میری کھال ادھیڑنے کے درپے ہے!
مجھے نغمہ سرائی سے کوئی روک نہیں سکتا
میں اپنے گیت تاروں اور بادلوں کو سناؤں گا
میں انہیں اس راز سے آگاہ کروں گا
کہ میری محبوبہ نے کیونکر مجھے اپنے دام محبت میں گرفتار کیا!

(عشق نامہ)

۴۰۔ رازداری (GEHEIMES)

میری محبوبہ جب رونق محفل ہوتی ہے
تو اس کی تیز نگاہیں سب کو پریشان کر دیتی ہیں
مگر میں کچھ نہ کچھ جانتا ہوں کہ اس کی نظر کس عاشق خاص کی متلاشی ہیں!
اس کی نگاہوں کا ایک ہی مطلب ہوتا ہے
کہ میں کسی خاص فردِ واحد سے پیار کرتی ہوں
رہ گئے باقی عاشق
تو نہ مجھے اس گروہ کی پروا ہے نہ اُس کی
پس اے رقیبانِ خوش خصال!
بہتر یہ ہے کہ تم لوگ خیالی گھوڑے دوڑانا چھوڑو
مانا کہ اس کی تیز و تند نگاہیں ایک فردِ واحد کو تلاش کرتی ہیں
مگر اس سے تمہیں کیا؟
وہ جانے اور اس کے خوابوں کا شہزادہ
محبوبہ کو اپنی اگلی ساعتِ وصل کے متعلق سوچنے دو!

(عشق نامہ)

۴۱۔ رازسربستہ (GEHEIMSTES)

''ہم داستان سرالوگ اس تجسس میں ہیں کہ اس خوش بخت کا پتہ لگالیں
جوتمہاری محبت میں گرفتار ہے
نیز یہ بھی پتہ چلے کہ میدان میں اور کتنے رقیب ہیں
ہمیں اتنا تو معلوم ہے کہ تمہیں کسی سے پیار ہے
اور ہم اس کارنامے پر ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں
مگر یہ کہنا کہ وہ بھی تم سے محبت کرتی ہے
عقل اس بات کوتسلیم نہیں کرتی!

شاعر: معزز حضرات! اپنی تگ ودو جاری رکھئے
اس محبوبہ کی تلاش کیجئے
مگراس قدر سن لیجئے کہ جب بھی اس سے سامنا ہوگا
تم لوگ حیرت زدہ رہ جاؤ گے
شاید تم صرف اس کے سائے کا پیچھا کرسکو
زمانے بھر کا یہ دستور رہا ہے کہ اگر کسی کا نام تاجدارِ وقت کے دربار
یا محفل محبوب میں لیا جائے تو لوگ اسے خوش قسمت سمجھتے ہیں
مجنوں بے چارہ جب اس دنیا سے رخصت ہورہا تھا
تو اس کی بدنصیبی یہ تھی کہ یہ حکم رائج تھا
کہ لیلیٰ کے سامنے کبھی مجنوں کا نام نہ لیا جائے!

(عشق نامہ)

۴۲۔ حسن عمل

بَربَط[1] کی آواز پر کان دھرو

بربط کیا کہہ رہا ہے
مگر ایک بات ہمیشہ یاد رکھو
بربط کا کہا صرف دانش مند کے لئے مفید ہوسکتا ہے
جب تک کان حقیقت آشنا نہ ہوں
نصیحت کا کچھ اثر نہیں ہوتا
بربط کا شیریں نغمہ سنو
جو اُونچے سروں میں بتا رہا ہے
کہ محض جسمانی حسن کسی دلہن کو حسین نہیں بناتا
اگر تم نے ہماری محفل میں شامل ہونا ہے
تو تم پر لازم ہے کہ تم
حسین صورت کے ساتھ ساتھ حسین سیرت کی بھی آرزو رکھو!

(تفکیر نامہ)

---☆---

---
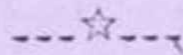
[1] بشنواز نے چون حکایت می کند
(رومیؒ - مثنوی معنوی - دفتر اول - مصرع اول)

۴۳۔ پانچ اہم باتیں (Fuenf Dinge)

پانچ باتیں بہت اہم ہیں
انہیں اچھی طرح گرہ میں باندھ لو
متکبر کی دوستی سے بچو
رذیل سے تعلق رکھنے میں خسارہ ہی خسارہ ہے
بدقماش کبھی حقیقی معنوں میں عظیم نہیں بن سکتے
حاسد ضرورت مندوں کے کام نہیں آتے
جھوٹے پر کبھی کوئی اعتبار نہیں کرتا
اگر تم نے لوگوں کے مکروفریب سے بچنا ہے تو ان باتوں کو حرز جاں بنالو!

۴۴۔ پانچ مزید باتیں (Fuenf andere)

زندگی کب مختصر لگتی ہے؟
جب انسان ہر وقت مصروف کار رہے!
وقت کب کٹتے نہیں کٹتا؟
جب آدمی نکما ہو!
قرض کیوں بڑھتا جاتا ہے؟
جب لوگ بروقت ادائیگی نہ کریں اور تساہل سے کام لیں!
مالی فائدے کی کب توقع رکھنی چاہیے؟
ب آدمی سوچ سمجھ کر بروقت قدم اٹھائے!
لوگ کب تمہاری عزت کرتے ہیں؟
جب تم خود اپنی عزت کرنا سیکھو!

(تفکیر نامہ)

۴۵۔ محبوبہ کی آنکھیں بھی حسین لگتی ہیں
جب وہ کچھ سوچ رہی ہو!
شاعر بھی خوبصورت لگتا ہے
مگر مخمور ہونے سے پہلے!
حاکم بھی اچھا لگتا ہے
جب وہ عزت سے پاس بلائے
خزاں کی دھوپ بھی خوب ہے
جب اس میں ہلکی سی تمازت ہو!

مگر سب سے بڑھ کر حسین چہرہ
اس حاجت مند کا لگتا ہے
جسے کوئی حاجت روا اس کی ضرورت کی چیز
بلا مانگے دے!
تم اس وقت اس کے شکر و امتنان کا اندازہ نہیں لگا سکتے
کاش! ہم سب لینے کے بجائے دینے والے بن جائیں!

(تفکیر نامہ)

۴۶۔ ''پند نامہ''[1] کیا ہے؟
تمہارے اپنے دل کی آواز!
تمہیں جو آج
دنیا بھر کی محبت نصیب ہے
یہ وہی محبت ہے
جو تم نے کبھی لوگوں میں تقسیم کی تھی!
خوش دلی سے اپنی دولت (حاتم کی طرح)
مسکینوں میں بانٹو
وارثوں کے لئے زر و دولت بچانے کی حاجت نہیں
تمہارا آج، آنے والے کل پر مقدم ہے
آج خرچ کرو گے
تو کل اس کی یاد اطمینان قلب کا باعث بنے گی!

(تفکیر نامہ)

---☆---

---

[1] پند نامہ از شیخ فرید الدین عطار

آپ کا نام محمد بن ابوبکر ابراہیم بن اسحٰق تھا۔ فرید الدین لقب اور ابو طالب کنیت تھی۔ فرید تخلص تھا۔ آپ نیشاپور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے پند و نصائح سے اہل مشرق و مغرب برابر مستفید ہوئے۔ آپ صرف ادیب و شاعر کی حیثیت سے ہی نہیں بلکہ علم تصوف اور علمِ اخلاق کے بھی نامور استاد مانے جاتے تھے۔ آپ کی مشہور کتب میں اسرار نامہ، الٰہی نامہ، مصیبت نامہ، وصیت نامہ، بلبل نامہ، حیدر نامہ، شتر نامہ، مختار نامہ، شاہنامہ، منطق الطیر، جواہر الذات شامل ہیں۔

(پند نامہ شیخ فرید الدین عطار از مولانا قاضی سجاد حسین مکتبہ امدادیہ، ملتان)

۴۷۔ ہوسکتا ہے کبھی سفر کے دوران آہن گر کی دکان کے پاس سے گزرو
کیا پتہ کب گھوڑے کی نعل بندی کے لئے اس سے پالا پڑے
ہوسکتا ہے کبھی باہر کھلی فضا میں تمہیں کوئی نشیمن نظر آئے
ممکن ہے وہی بعد میں تمہاری محبوبہ کا گھر نکلے
کارزارِ حیات میں شاید کبھی تمہیں کسی جوانِ رعنا کا سامنا ہو
کیا پتہ وہ کب تمہارا رقیب بنے
اور اس باہمی رقابت میں کس کا پلہ بھاری ہو
یہ سب باتیں ممکنات میں سے ہیں
مگر ایک بات کی تم یقیناً قسم کھا سکتے ہو
اور وہ یہ کہ انگور کی شراب بعض حالات میں نفع بخش ہے
میری یہ باتیں گرہ میں باندھ لو اور ہمت سے آگے بڑھو
داستانِ حیات یہاں ختم ہوتی ہے
مجھے اس سے زیادہ کچھ دہرانے کی ضرورت نہیں!

---☆---

۴۸۔ جب کسی اجنبی سے ملاقات ہو اور وہ سلام میں پہل کرے
تو کمالِ محبت سے سلام کا جواب دو
جیسے وہ کوئی پرانا شناسا ہو
چند لمحوں کی سرسری ملاقات ہوگی
پھر تم دونوں بچھڑ جاؤ گے
تم مشرق کا رخ کرو گے وہ مغرب کی طرف چلا جائیگا
ہاں مزہ تب آئیگا جب برسہا برس بعد
زندگی کے کسی دوراہے پر اچانک تم دونوں کی ملاقات ہوگی
تم اپنے دل میں کہو گے:
یہ وہی تو ہے جس سے فلاں ملک میں فلاں جگہ سلام دعا ہوئی تھی

تب سات سمند پار کا فاصلہ اور مہ و سال کی گردش اپنے معانی کھو دیں گے!
یہ وہی سنہری گھڑی ہو گی جب تم دونوں اپنی دوستی استوار کر لو
کسی نے سچ کہا ہے کہ پہلی ملاقات خشتِ اول کی حیثیت رکھتی ہے
پس خشتِ اول درست رکھو اور ہر اجنبی سے مروت سے پیش آؤ۔

(تفکیر نامہ)

۴۹۔ مصیبت کا ہر ایک سے ذکر کرنا بذاتِ خود بہت بڑی مصیبت ہے اکثر
لوگ دوسرے کی مصیبت سے ذرہ بھر متاثر نہیں ہوتے
بلکہ اسے مزے لے لے کر دوسروں سے بیان کرتے ہیں۔
کیا تم نے کسی ایسے داستان سرا کو تمہاری خوش بختی پر بھی خوش ہوتے دیکھا ہے؟
غور کرو کہ تمہارے اصل بہی خواہ اور غم خوار اس دنیا میں کتنے ہیں۔
اور کتنے ایسے نیک خصلت انسان موجود ہیں
جو ہر محفل میں تمہاری نیکیوں کا تذکرہ کرتے نہیں تھکتے۔
چند ایک خوش اطوار افراد ضرور ایسے بھی ہونگے
مگر اکثریت ان لوگوں کی ملے گی جو بد طینت اور تمہارے بدخواہ ہونگے۔

چنانچہ میں نے استاد کی یہ نصیحت پلے باندھ لی ہے کہ
نہ کسی سے اپنی ناکامیوں کا تذکرہ کروں
اور نہ کسی کی عیب جوئی!

(تفکیر نامہ)

۵۰۔ بازار میں موجود اشیاء دل فریب ہوتی ہیں
مگر ہر چیز قابل خرید نہیں ہوتی!
جو خلوت میں کچھ دیر بیٹھ کر غور و فکر کی عادت ڈالے
عشق کے راز و رموز سے وہی آشنا ہو سکتا ہے!
تم الفاظ اور علم کی تلاش میں در در مارے پھرتے ہو
علم اور چیز ہے اور صاحب نظر ہونا اور شے

صاحب نظر بننے کے لئے صحیح رہ نمائی کی ضرورت ہے!
نیکی کا حصول صرف اس صورت میں ممکن ہے
کہ نیکی کی خواہش کے ساتھ ساتھ تمہیں توفیقِ ایزدی حاصل ہو!
خدا کے نزدیک مقرب وہی ہے
جو رب سے سچی لو لگائے!

(تفکیر نامہ)

۵۱۔ جب میں عزت دار تھا
تو اکثر مصیبتوں میں گھرا رہتا تھا
بلائیں میرا پیچھا کرتی رہتی تھیں
اور میں دکھ پر دکھ اٹھاتا رہتا تھا
کبھی تھوڑے بہت وسائل موجود ہیں
تو کبھی جیب بالکل خالی ہے
میں اکثر سوچا کرتا تھا: یاالٰہی! یہ کیا کھیل تماشا ہے؟
پھر میں نے ارادہ کیا کہ عزت دار بن کے تو دیکھ لیا
اب غنڈہ گردی شروع کر کے آزماتے ہیں
ممکن ہے اس میدان میں کچھ حاصل ہو
سو وہ بھی کر کے دیکھ لی
مگر نتیجہ بے سود
غنڈہ گردی تو بالکل ہی طبیعت کو راس نہیں آئی
اب میں پھر عزت دار بنا بیٹھا ہوں

اول عزت دار!

آخر عزت دار!

فی زمانہ بھی اگر چہ حالات روز اول کے سے ہیں

مگر ہیں کچھ مستحکم!

(تفکیر نامہ)

۵۲۔ تمہیں اس بات سے غرض نہیں ہونی چاہیے

کہ اللہ کی بادشاہت میں کس رہ سے تم داخل ہوئے

تمہارے لئے یہی بڑی غنیمت ہے

کہ تمہیں یہاں قیام کرنے کی اجازت ملی!

۵۳۔ اپنے گردوپیش کا جائزہ لو اور کسی عارف کی جستجو کرو

حاکم وقت کے فرمان کو بھی گوش ہوش سے سنو

عارف تکمیل ذات کا درس دیتے ہیں

جبکہ اکثر و بیشتر حکمران تمہیں قوت عمل سے محروم رکھنے کی کوشش کرتے ہیں!

۵۴۔ خدمت خلق کے بھرپور جذبہ سے ریاست کی خدمت کرو

خادم خلق ہمیشہ مخدوم خلق بن جاتا ہے!

اور عوام اسے سرآنکھوں پر بٹھاتے ہیں

خادم انسانیت سے کوئی نفرت نہیں کرتا!

۵۵۔ اطاعت، دانش مند کی اولین ترجیح اور پہچان ہے
حسن عمل کو اطاعت سے ہی دوام حاصل ہے
جدید قدیم کا ہی تسلسل ہوا کرتا ہے
تمہاری بھلائی دونوں کے امتزاج میں مضمر ہے!

۵۶۔ میری ابتدا کہاں سے ہوئی؟
یہ بتانا مشکل ہے
میں یہاں کیسے پہنچا؟
یہ اس سے بھی مشکل تر ہے۔
لیکن اس سرزمین پر
اس رنگین موسم میں
مجھے محبوب سے ملاقات کا سا مزہ آ رہا ہے
جس میں وصال کی بے پایاں مسرت بھی ہے
اور دوبارہ بچھڑ جانے کا درد بھی!
ذرا اس وصال کا تصور کیجئے
جب میں اور میرا محبوب دنیا جہاں کی نظروں سے دور
محو استراحت ہوں؟
وہ کیسے عجیب و غریب لمحات ہونگے
جب ہمارا نہ ہنسنے کو جی چاہے گا نہ رونے کو!

(تفکیر نامہ)

۵۷۔ زندگی کا کارواں رواں دواں ہے

بعض آگے چلے گئے

باقی کوچ کے منتظر ہیں

زندگی کی گہما گہمی بھی ساتھ ساتھ جاری ہے

نیک و بد، تیز رو و سست رفتار

بزدل اور شیر دل

سب شاہراتِ حیات پر گامزن ہیں

رخصت کی گھڑی قریب آتی ہے

تو حسین پھول تازہ رنگ و بو کے ساتھ دامنِ دل کھینچتے ہیں

مگر دنیا چھوڑنے کا سب سے زیادہ ملال

ان بدنصیبوں کو ہوتا ہے

جو عمر بھر مکر و فریب اور کذب و افترا میں

مصروف رہے ہوں!

(تفکیر نامہ)

۵۸۔ عورت سے احتیاط اور ناز برداری سے پیش آؤ

اس کی تخلیق ٹیڑھی پسلی سے ہوئی ہے

خدا نے عورت کو سیدھا بنانے سے احتراز کیا

تم اسے زبردستی موڑنے کی کوشش کرو گے

تو یہ کھٹ سے ٹوٹ جائے گی!

۵۹۔ عورت کو من مانی کرنے دو
تو یہ مزید بگڑ جاتی ہے
مجھے کوئی بتائے
کہ اس کی ناز برداری میں مصلحت ہے
یا اسے کھلا چھوڑ دینے میں
پسلی کے ٹوٹ جانے میں تو بظاہر گھاٹا ہی گھاٹا ہے!

۶۰۔ ہماری زندگی ایک ایسا بھونڈا مذاق ہے
جس میں ہنسنے ہنسانے کا کوئی پہلو نہیں
ایک شخص کہتا ہے: مجھے بہت کچھ چاہیے
دوسرا کہتا ہے: مجھے اس سے بھی زیادہ درکار ہے
کبھی کبھی ممکنہ مسرت اور خوش بختی کے تصور سے
زندگی کے ویرانے میں بہار کی امید پیدا ہو جاتی ہے
مگر جب برا وقت شامل حال ہو جاتا ہے
تو پھر ''خواہشات'' اور ''امکانات'' سے زیادہ
بدبختی گھیر لیتی ہے
اور آخر کار فیصلہ وارثوں کے ہاتھ میں پہنچ جاتا ہے
کہ دنیا سے رخصت ہونے والے کے لئے
اتنا کچھ کرنے کی کیا ضرورت ہے
اور کیوں نہ یہ ترکہ اس کے جائز وارثوں میں بانٹ دیا جائے

(تفکیر نامہ)

۶۱ ۔ ہماری زندگی کیا ہے؟
صید اور صیاد کی کش مکش
جس تیز رفتاری سے کوئی اس عمل میں مگن ہوگا
جلد ہی وہ اپنے منطقی انجام کو پہنچ جائے گا۔
یہ باور کرنا کہ صید عقل سے عاری ہوتا ہے
خام خیالی ہے۔
اگر شاہراہِ حیات پر پیچھے مڑ کر دیکھو
تو عقل یہی کہے گی کہ واپس چلے جاؤ۔
ہماری دنیا ایسی نہیں کہ بھاگ دوڑ سے
منزلِ مقصود بھی جلد ملے۔
اس رہ گزر پر اگر تم کبھی ٹھوکر کھاؤ
یا گر پڑو
تو کسی کو اتنی فرصت نہیں
کہ پیچھے مڑ کر تمہاری خبر گیری کرے
یا تمہارا ہاتھ تھامے!

(تفکیر نامہ)

۶۲ ۔ لوگ کہتے ہیں: زمانے نے سب کچھ لوٹ لیا
حواس مضمحل ہو گئے
محبوب کے ناز نخرے ختم ہو گئے
فطرت سے سرگوشی میں بھی کوئی مزہ نہیں

حاکم کی طرف سے انعام واکرام بھی بے سود ہے
پہلے کوئی ہماری جاں فشانی کی قدر کرتا تھا
تو ہم خوش ہوتے تھے
وہ خواہش بھی آہستہ آہستہ دم توڑ گئی
ہم نے اس دنیا میں جو کچھ حاصل کرنا تھا وہ کر چکے
اب تو صرف زندگی کے بوجھ کو قابل برداشت بنانا ہے
اس عمر میں ہم سے
مہم جوئی کی توقع ہی بیکار ہے
کوئی چیز تو زندگی میں رہی نہیں
جو توڑ پھوڑ سے بچ چکی ہو

میں کہتا ہوں: دو چیزیں اب بھی زندگی میں قابل قدر موجود ہیں:
حسن تخیل اور عشق''

۶۳۔ تجربہ کار شخص سے کچھ مت چھپاؤ
اس کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات کرو
اگر دل ہی دل میں کڑھتے رہے
اور زبان سے کچھ نہ کہا
تو وہ سمجھ جائے گا کہ دال میں کچھ ضرور کالا ہے!

تجربہ کار اور جہاندیدہ فرد میں ایک خوبی اور ہوتی ہے
اور وہ ہے قابل قدر افراد کی قدر شناسی
اگر تجھے ناتحسین شناسوں سے پالا پڑے
تو وقت آنے پر ایسا شخص ضرور
تیرے جوہر کی قدر کرے گا!

(تفکیر نامہ)

۶۴۔ اس دنیا میں سخی افراد کو لوگ لوٹتے ہیں
بخیل ویسے ہی ایک روز کنگال ہو جاتا ہے
عاقل کو لوگ سادہ لوح جان کر دغا دے جاتے ہیں
دلائل سے کام لینے والا تو بے چارہ کسی گنتی میں نہیں
اس کی دلیلوں پر کوئی کان نہیں دھرتا
سخت گیر البتہ مزے میں رہتا ہے
لوگ خوف کے مارے اس سے دبے رہتے ہیں
احمق کی اڑان ہمیشہ اونچی رہتی ہے
اس کے قدم زمین پر نہیں ٹکتے
اگر تم نے دغابازوں کی چالوں سے بچنا ہے
تو دنیا میں آنکھیں کھلی رکھ کر جینا سیکھو!

۶۵۔ حاکم وقت کبھی تمہاری تعریف کرتا ہے
کبھی خفا ہو کر تمہیں برا بھلا کہتا ہے
تم وفادار خادم کی طرح دونوں پہلوؤں پر غور کرو
ممکن ہے اسی میں تمہاری بھلائی ہو

حکمران بعض وقت معمولی باتوں پر انعام واکرام سے نوازتے ہیں
اور جب تعریف کرنے کا موقع ہو
تو برا بھلا کہتے ہیں
لیکن تم اگر ثابت قدم رہو
تو سمجھو کہ آزمائش میں پورا اترے۔

(تفکیر نامہ)

بعینہ ایسا طرزِ عمل عاجز بندے کو ربِ جلیل کے سامنے

اختیار کرنا چاہیے

وہ مرضئ مولیٰ کو ہر شے سے اولیٰ سمجھے

چاہے حالات کیسے بھی ہوں۔

اور ثابت قدمی کو ہاتھ سے جانے نہ دے۔

اسی میں کامیاب زندگی کا راز مضمر ہے!

۶۶۔ ملکِ معظم اور ان کے ہم عصروں کے حضور!

آپ کے انصاف کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بج رہا ہے۔

اس جشن میں ہم بھی برابر کے شریک ہیں۔

آپ کے عہدِ بابرکت میں شیر اور بکری ایک ساتھ پانی پی رہے ہیں۔

گلیوں میں سونا اچھالا جا رہا ہے۔

اور کوئی پوچھنے والا نہیں۔

رعایا شب بھر خوابِ خرگوش کے مزے لیتی ہے۔

ہر سو امن و سلامتی کا دور دورہ ہے۔

اللہ آپ کو عمرِ خضر عطا کرے۔

اور تا قیامت

آپ کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رہے۔

آمین۔ ثم آمین

(تفکیر نامہ)

۶۷۔ نعمتِ عظمیٰ (Hoechste Gunst)

میں شروع شروع میں بڑا خود سر تھا
کسی کے قابو ہی میں نہ آتا تھا
آخر کار ایک آقا ایسا مل گیا
کہ میں اس کا بندۂ بے دام بن گیا
ایک حسینہ بھی میری طرح خود سر تھی
وہ بھی زیرِ دام آنے سے کتراتی تھی
میں نے کسی طرح اسے رام کر لیا
نتیجہ یہ نکلا کہ میں دو آقاؤں کے زیرِ نگیں آ گیا
ان دونوں نے کمالِ احتیاط سے میری پرورش کی
مجھے بیش بہا خزانے کی طرح حفاظت سے رکھا
اور میں نے بھی حقِ نعمت ادا کرتے ہوئے
ان کی غلامی میں عمرِ عزیز بتا دی
فی زمانہ مجھ جیسا خوش نصیب اور کون ہوگا
جس نے بیک وقت دو آقاؤں کی یوں خوشنودی حاصل کی ہو
آقا بھی مجھ سے راضی
محبوبہ بھی مجھ سے خوش
وہ دونوں اپنی قسمت پر نازاں کہ انہیں مجھ جیسا غلامِ بے دام ملا
میں اپنے طور پر خوش کہ مجھے ایسے مہربان آقا نصیب ہوئے!

(تفکیر نامہ)

۶۸۔ گفتۂ فردوسی[1] (Ferdusi spricht)

اے دنیا! تو کس قدر شرم سے عاری اور ظالم ہے
تو کھلاتی پلاتی ' پروان چڑھاتی
آخر کار موت کی نیند سلا دیتی ہے!
صرف اللہ کے نیک بندے ہی تیرے شر سے محفوظ ہیں
جو کھاتے پیتے، علم حاصل کرتے اور
پر مسرت زندگی بسر کرتے ہیں۔
اور فرحت بخش زندگی اور اصل دولت ہے کیا؟
موسم سرما کی خوشگوار دھوپ،
جس سے امیر غریب یکساں مستفید ہوتے ہیں۔

پس منعم اپنی دولت سے کام رکھے
اور اس بات سے کبیدہ خاطر نہ ہو
کہ تہی دست تخیلے میں کیسے کیسے سہانے خواب دیکھتا ہے!

(تفکیر نامہ)

---

[1] ابوالقاسم منصور فردوسی (۹۳۵ء۔۱۰۲۶ء): ساٹھ ہزار اشعار پر مبنی شاہنامہ کے خالق۔ دربار کیوں کر منعقد ہوتے تھے۔ زمینداری کے لیے کیا قواعد تھے۔ لگان کیسے متعین ہوتا تھا۔ تعلیم کا طریقہ کیا تھا۔ کون لوگ تعلیم سے بہرہ ور ہو سکتے تھے۔ شادی بیاہ کی رسوم کیا تھیں وغیرہ معلومات کے علاوہ شاہنامہ 'فلسفیانہ رموز' نصیحت آموز واقعات' ایران کی تہذیب وتمدن کا مرقع ہے۔

(اردو انسائیکلوپیڈیا' تیسرا ایڈیشن ۱۹۸۴ء فیروز سنز)

۶۹۔ فرمودۂ رومیؒ ☆ (Dschelal-Eddin Rumi spricht)

دنیا کی زندگی خواب کی طرح بے ثبات ہے
منزل کا تعین بھی تقدیر کے ہاتھ میں ہے
گرمی سردی پر کسی کا کوئی اختیار نہیں
جو چیز تمہارے پیش نظر تر و تازہ اور شگفتہ ہے
وہ بھی جلد پژمردہ ہو کر فنا ہو جائے گی!

---☆---
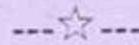
۷۰۔ زلیخا کیا کہتی ہے (Suleika spricht)

آئینہ کہتا ہے: تم حسین ہو
تم کہتے ہو: اس حسین چہرے پر بھی وقت جھریاں ڈال دے گا!
حقیقت یہ ہے کہ چیزوں کا حسن و جمال صرف رب العزت کی ذات سے ہے۔
چنانچہ رب کی رضا کی خاطر تم مجھ (اللہ کی بندی) سے
پیار کرو تا کہ وہ ہماری زندگی میں خیر و برکت ڈالے!

(تفکیر نامہ)

---☆---

☆ آپ کا نام محمد' لقب جلال الدین' عرف مولانائے روم' وجہ شہرت مثنوی' جائے پیدائش بلخ جس کے متعلق جامیؒ نے فرمایا: ''ہست قرآں در زبان پہلوی''۔

اپنے دور کے اکابر علماء میں سے تھے۔ فقہ اور مذاہب کے بہت بڑے عالم تھے۔ نماز میں اس درجہ استغراق ہوتا تھا کہ اکثر عشاء کے بعد دو رکعت نفل کی نیت باندھتے تھے اور ان ہی دو رکعتوں میں صبح کر دیتے تھے۔ ان کا شعر ہے:-

بخدا خبر ندارم چو نماز می گذارم

کہ تمام شد رکوعے کہ امام شد فلانے

مولانا روم کی مثنوی نے انہیں حیات جاوداں عطا کی ہے۔ مثنوی کے اشعار کی تعداد ۲۶۶۶۰ ہے۔ ایران کی چار کتابوں (مثنوی مولانا روم، شاہنامہ فردوسی، گلستان سعدی اور دیوان حافظ) کو جس قدر شہرت حاصل ہوئی وہ ایرانی کتب میں سے کسی کو حاصل نہ ہوسکی۔ لیکن ان چار کتابوں میں سے بھی مثنوی کو جو قبول عام حاصل ہوا بقیہ تین کتابوں کو حاصل نہ ہو سکا۔

(مثنوی معنوی۔ قاضی سجاد حسین)

---☆---

۷۱۔ ایک تک بند کی مثال لے لو

وہ بیٹھا تک بندی کرتا رہتا ہے

اور سمجھتا ہے کہ اس سے بڑا شاعر اور کوئی نہیں

ایک اناڑی سازندے کو لے لو

وہ گلی میں بیٹھا نئی نئی دھنیں وضع کرتا رہتا ہے

اور تم کھڑے واہ واہ کرتے رہتے ہو

یہ سب قصور تمہارا ہے

میں ان بے چاروں کو برا بھلا نہیں کہتا

جب تم نااہلوں کی بے جا سرپرستی کرو گے

تو اہل فن کی ناقدر شناسی تو ہوگی!

۷۲۔ اقوام عالم کا بھی عجیب رویہ ہے
وہ باہمی اتحاد کے بجائے تقسیم عالم پر راضی ہیں
(ہر قوم اپنی انا کے قلعے میں محصور ہے)
وہ دوسری اقوام کو برا بھلا کہتے اور مورِدِ الزام ٹھہراتے ہیں
جب سب کا مطمع نظر ایک ہے

۷۳۔ اوروں کو نصیحت کرنا آسان ہے مگر اپنے گریبان میں جھانکنا مشکل
لوگ دوسروں کو رواداری کا درس دیتے رہتے ہیں
مگر غیر کے اعزاز پانے پر حسد میں آپے سے باہر ہو جاتے ہیں!

۷۴۔ اس دنیا میں جب انسان صحت منداور خوش وخرم ہوتا ہے
تو اس کے ہمسائے اس سے جلنا شروع کر دیتے ہیں
ان کا بیشتر وقت اس کی کردار کشی میں گزرتا ہے
اور وہ اسے ایک پل راحت سے جینے نہیں دیتے

البتہ جب وہ اس دنیا سے کوچ کر جاتا ہے
تو اس کے کئی خیر خواہ اور غم خوار اچانک
کہیں سے نمودار ہو جاتے ہیں
گھر گھر کشکول لے کر اس کے لئے چندہ اکٹھا کیا جاتا ہے
بعض کہتے ہیں: فلاں بڑا نیک شخص تھا
وہ خادم قوم تھا۔
اس کی یاد میں تو ضرور کوئی مناسب یادگار کھڑی کرنی چاہیے

ان عجیب وغریب انسانی رویوں کو دیکھ کر
تو یہی جی چاہتا ہے
کہ وہ اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق اپنی زندگی بسر کرے
اور بے شک بعد از مرگ
کوئی کسی کا پرسان حال نہ ہو!

۷۵۔ آجکل ہمارا معاشرہ شکست وریخت کا شکار ہے
لوگ ایک دوسرے کو زیرنگیں لانے میں مصروف ہیں
ان میں اکثریت احمقوں اور ''نیم حکیموں'' کی ہے
ایک گروہ کا ذہن تو مکمل انقباض کا شکار ہے اور یہی زیادہ خطرناک ہے۔
دوسرا گروہ محدود سوچ رکھنے والوں کا ہے!
میں نے بہت کوشش کی کہ ان معاملات سے جان بچاؤں
اور احمقوں اور فرزانوں، دونوں سے الگ تھلگ زندگی گزاروں
احمق پل بھر میں ایک دوسرے کی دھجیاں اڑا دینگے
فرزانے سالہا سال تک کسی بات سے ٹس سے مس نہیں ہوتے
یہ جان کر کہ میں صرف طاقت اور محبت سے قابو میں آ سکتا ہوں
زمانے نے مجھے دونوں طریقوں سے آزمایا
میری طرح حافظ[1] اور ال رش ہٹن[2] نے بھی ان قوتوں کے خلاف اپنے آپ کو ہتھیار بند کیا
ایک نے نیلا خرقہ پہنا دوسرے نے ہلکا سرخ
میں نے عام عیسائی راہبوں کا سا کلاہ دار جبہ زیب تن کیا
کہ شاید ان درویشانہ لبادوں میں ہمیں کچھ عافیت نصیب ہو!

سوال: یہ معاشرے کو شکست وریخت سے دوچار کرنے والے کون لوگ ہیں؟
جواب: ہمارے اپنے معاشرے کے احمق اور ''نیم حکیم''

(رنج نامہ)

---

1. خواجہ شمس الدین حافظ (سال وفات ۱۳۸۹ء) مطابق ۷۹۳ھ
2. (ال رش فان ہٹن (ULRICH VON HUTTON) (۱۴۸۸ سے ۱۵۲۳ء)۔ لوتھر کا حامی ومددگار، انسان دوست

۷۶۔ جو اچھا سوچے میں اسے کبھی برا نہیں کہوں گا۔
جو اچھا کرے وہ میرے نزدیک اور بھی محترم ہے۔
تم چاہے فصیلوں میں گھرے رہو مجھے اس سے کیا؟
میں آزاد پیدا ہوا ہوں اور آزاد ہی رہوں گا۔
دنیا کے سب انسان اچھے اور سچے ہیں۔
ہم سب کی سوچ یہی ہونی چاہیے۔
ہم میں سے ہر ایک کو وہ کام کرنا چاہیے جو ہمارا ضمیر کہے۔
اوروں کی باتوں سے ہمیں کیا غرض؟
ہمیں رہ چلتے مسافروں سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔
جو کسی سے عداوت نہیں رکھتے۔
ان کا اصول ہوتا ہے کہ سب مسافر مل جل کر رہیں۔
تو سفر زیادہ محفوظ اور آسان رہتا ہے۔
دنیا میں قدم قدم پر رکاوٹیں تو رہتی ہی ہیں۔
تم محبت کی مثال لے لو۔
عشق میں کوئی بھی شخص شرکت برداشت نہیں کرتا۔
اس میدان میں دوست دشمن دور ہی رہیں تو اچھا ہے۔
یہی کیفیت دولت اور عزت کی بھی ہے۔
ہر انسان چاہتا ہے کہ وہ بلا شرکت غیرے صاحب عزت و ثروت ہو۔
شراب کا پیالہ بھی کبھی نہ کبھی تمہارا ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔
حافظ محترم اس باب میں بہت کچھ فرما گئے ہیں۔
ان کی تمام تر دماغ سوزی کا یہ نتیجہ نکلا ہے
کہ دنیا اور دنیا والوں سے فرار ناممکن ہے۔
بہتر یہ ہے کہ سب کے ساتھ رہتے ہوئے سب سے الگ اپنی دنیا بسالی جائے!

(رنج نامہ)

۷۷۔ اشیاء کے برے بھلے نام رکھنے سے
ان کی نوعیت نہیں بدل جاتی
حسین شکل وصورت کا میں بھی قائل ہوں
کیونکہ یہ خالقِ کائنات کا ایک عطیہ ہے!

۷۸۔ میرا مسلک ہر اس شخص سے محبت ہے
جو مہذب معاشرے کی ترقی کے لئے ناگزیر ہے
میں کسی انسان سے بھی نفرت کا قائل نہیں
اور نہ ہی مجھ پر کسی کی طرف سے کوئی قدغن ہے!

۷۹۔ تم اچھے برے انسان کی پہچان بخوبی کر سکتے ہو
اگر دائیں بائیں غور سے نظر دوڑاؤ
یہ ضروری نہیں کہ جسے سب لوگ اچھا کہیں
وہ واقعی اعلیٰ ترین ہو!

۸۰۔ اگر تمہیں واقعی حقیقت کی تلاش ہے
تو گہرے پانی میں شناوری کرنا سیکھو
سطحِ آب پر گوہرِ تابدار کی تلاش
خام خیالی ہے!

۸۱۔ ضروری نہیں ہر نئی صورت حال پہلے سے بہتر ہو
انسان آج کل اپنی تباہی کے اسباب خود پیدا کر رہا ہے
ہمارے اکثر لوگ نئی نئی تبدیلیوں کے دلدادہ ہیں
مگر میرا نغمہ محبت روزِ اول سے یہی ہے اور یہی رہے گا!

۸۲۔ دنیا میں مجنوں نام کا ایک عاشق زار گزر چکا ہے
مگر میں اس بات کی سوگند نہیں کھا سکتا
کہ وہ کلی طور پر ہوش و حواس سے عاری تھا
میں اگر کسی روز مجنوں بننا چاہوں
تو تم لوگ مجھے عقل سے تہی دامن اور دیوانہ نہ سمجھنا
کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا یہ جاں نثار
خلوص کا مارا
فگار سینہ لئے
تمہاری خیر خواہی کی نیت سے
تمہارے پاس آئے
اور تم چلاؤ: خبردار! ہوشیار!
وہ ہوش و حواس سے بیگانہ پاگل چلا آ رہا ہے
دوڑو! پکڑو!
اس کی زنجیر بے شک کھول دو
مگر رسی تیار رکھو
دانش مند بننے کا لازمی نتیجہ یہی ہوتا ہے
کہ تم کرب میں مبتلا پابہ زنجیر پڑے رہو
اور لوگ دیکھ دیکھ کر تم پر ترس کھائیں
اور بھیگی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے چپ چاپ گزر جائیں!

(رنج نامہ)

۸۳۔ دنیا میں ہر شخص امن وامان کا خواہش مند ہے
نہ میں جنگ کا داعی ہوں
نہ تم امن کے دشمن ہو!
اس معرکہ حیات میں تم اپنے کام کے ذمہ دار ہو
میں اپنے کام کا
یہی حال ہر فرد کی جداگانہ روش کا ہے
ہر مچھیرے کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ جیسے چاہے اپنا جال پھینکے
میں اسے روکنے والا کون؟
اسی طرح ہر ماہر نقاش دوسروں سے بہتر جانتا ہے
کہ اس کے نقشے میں خطوط کی ہیئت کیا ہوگی
میری خداداد صلاحیتوں کے نتیجے میں جو عمل مجھ سے سرزد ہوتا ہے
میں اس کا خود ذمہ دار ہوں
اگر تمہیں اپنے علم پر ناز ہے تو تمہیں پورا حق پہنچتا ہے
کہ تم اس کی روشنی میں اپنا طرز عمل خود طے کرو!

۸۴۔ آوارہ گرد اور سکون قلب
اس حقیقت پر زیادہ کڑھنے کی ضرورت نہیں
کہ ہر طرف برائی نے ڈیرے جما رکھے ہیں
اور ہر سو اندھیرا ہی اندھیرا ہے
برائی بے شک برے ماحول میں خوب پنپتی ہے
مگر برائی کے دن تھوڑے ہوتے ہیں۔
اے دیس دیس کے مسافر! تو کیوں دل کھٹا کر کے اس ماحول سے دور بھاگتا ہے۔
برائی اپنے ارد گرد کے ماحول کو خاک آلود کر کے بہت جلد اپنی موت
آپ مر جائے گی اور مطلع صاف ہونے کے بعد
نیکی کا شجر از سر نو بار آور اور ثمر دار ہوگا!

(رنج نامہ)

۸۵۔ اس فانی دنیا میں کون احمق دنیا کا طلب گار ہوگا؟

ذرا پیچھے یا دائیں بائیں مڑ کر دیکھو

تو ہر روز چشم زدن میں قصہ پارینہ بن کر ہوا ہو جاتا ہے

اور انسان کے نیک ارادے اور اس کی تمامتر کوششیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں

ہم زمانہ کی رفتار کا ساتھ دینے سے یکسر قاصر ہیں

برسہا برس پہلے ہم جن چیزوں پر جان چھڑکتے تھے

اور جو اشیاء ہمیں مرغوب و محبوب تھیں

آج ان ہی کو لٹانے سر راہ بیٹھے ہم

منتظر فردا ہیں!

۸۶۔ خودستائی بے شک ابن آدم کی ایک خامی ہے

لیکن جب کسی شخص سے کوئی کارنامہ انجام پذیر ہو جاتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ اس کی تعریف ہو

نیکوکار اور پاکباز اگر مبالغہ سے کام نہ لے اور سچ میں جھوٹ کی آمیزش سے بچا رہے

تو نیکی بذات خود لائق تحسین و ستائش ہے!

۸۷۔ احمق انسانو! اگر کوئی عقل مند اپنی دانست میں خورسند اور مست ہے

تو اسے یوں ہی مست رہنے دو

آخر اسے اس تحسین ناشناس دنیا سے چند حقیر کلمات کے سوا اور کیا ملے گا؟

(رنج نامہ)

۸۸۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ اپنے خیالات دنیا والوں تک پہنچانا سود مند کاروبار ہے؟
یوں ہرگز نہیں مگر یہ رسم دنیا ہے جو ایک عرصہ سے جاری و ساری ہے
اور دل چاہتا ہے کہ اپنی بات دوسروں تک پہنچائی جائے۔
ہمارے فیصلے ایسے ہونے چاہئیں کہ ہمارے دل و دماغ دونوں ان کے حق میں گواہی دیں
دماغ طریقۂ استدلال سے ہماری تقویت کا باعث بنتا ہے
اور اپنے فیصلوں پر قائم رہنے میں ہماری رہنمائی کرتا ہے
مگر دورِ حاضر کی اکثریت دماغ کے استعمال والا زم نہیں سمجھتی!

۸۹۔ کوئی فرد اطالوی ہو یا المانوی
فرانسیسی ہو یا انگریز
ہر شخص اپنی انا کا اسیر یہ چاہتا ہے کہ وہ بلا روک ٹوک اپنی من پسند زندگی بسر کرے!

۹۰۔ اصل پذیرائی وہ ہے جو انسان کو بروقت نصیب ہو
بعد از مرگ کی پذیرائی آخر کس کام کی؟
چاہے وہ افراد کی طرف سے ہو یا اقوام کی طرف سے!

۹۱۔ منتظرِ فردا

جو بات آج درست ہے کیا ضروری ہے کہ اس کے اعتراف کے لئے لوگ کل کا انتظار کریں؟
ایک دانشور پر اس سے بڑا ستم اور کیا ہوگا کہ اعترافِ فن کے لئے وہ تو منتظرِ فردا ہو اور بے بصیرت لوگ آج تعریف و توصیف کے مستحق قرار پائیں!

(رنج نامہ)

۹۲۔ بصیرت سے عاری انسان یہ نہیں سوچتا کہ تین ہزار برس بعد کیا ہوگا؟
یہ احمق محض حال میں زندہ اور خوش رہتا ہے
دنیا والوں کو چاہیے کہ اس کی پسند کے مطابق
اس کی زندگی میں ایک ایک روز کی توسیع کرتے جائیں!

۹۳۔ اگلے وقتوں میں جب لوگ قرآن مجید کا ذکر کرتے تھے
تو سورۃ اور آیت کا حوالہ دے کر
دوسرے کی تسلی کر دیتے تھے
اور ہر باضمیر انسان اس سے اطمینان قلب، عزت اور فرحت محسوس کرتا تھا۔
زمانہ حال کے لوگ کلام پاک کی من مانی تاویلوں سے
سامعین کو انتشار اور دیوانہ پن کی طرف لے جا رہے ہیں۔
☆ اللہ کے متبرک اور امن و سلامتی کے حامل کلام پر
اس سے بڑا ظلم اور کیا ہوگا؟

---☆---

☆ (فمن اظلم ممن افترایٰ علی اللہ کذبا ۝)
سورۃ الکہف ۱۸ آیت ۱۵

۹۴۔ حضورؐ نے فرمایا
☆☆ جو شخص اس بات سے کڑھ رہا ہے
کہ رب العزت محمدؐ کا حامی و ناصر کیوں ہے
وہ جائے اور اپنے محل کے مضبوط ترین ستون سے
ایک موٹی رسی سے اپنے آپ کو لٹکا کر دیکھ لے
چند ہی لمحوں میں وہ اپنے انجام کو پہنچ جائے گا
اور اس کا غم و غصہ اس کے ساتھ ہی فنا ہو جائے گا!
☆☆ (تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ وَّ تَبَّ ۝) سے ماخوذ

(رنج نامہ)

اقوالِ دانش

۹۵۔ میری آرزو ہے کہ میری یہ کتاب
علم و حکمت کے موتی بکھیرے
جو کوئی حکمت و دانش کے سمندر کا شناور ہوگا
وہ ضرور بالضرور یہ موتی تلاش کرلے گا!

۹۶۔ جس غریب کی ولادت ناسازگار ماحول میں ہوئی ہو
وہ وہاں بھی اپنی کاوش سے راحت کا کچھ نہ کچھ سامان پیدا کر لیتا ہے!

۹۷۔ یہ راز کسی موجد اور فاتح سے دریافت کرو
کہ نئی چیز کیسے منصۂ شہود پر آتی ہے
اور نیا ملک کیونکر تسخیر کیا جاتا ہے۔

۹۸۔ سمندر کا کام ہمیشہ کی طرح حرکت میں رہنا ہے
چاہے زمین کی وسعت اسے آغوش میں لے سکے یا نہیں!

۹۹۔ مقدر کا تجھے اپنی کسوٹی پر پرکھنا خلافِ فطرت نہیں
آزمائشوں سے زندگی میں ٹھہراؤ اور نکھار پیدا ہوتا ہے
اس لیے ہر آزمائش کا مردانہ وار مقابلہ کرو!

یہ ہے مقصدِ گردشِ روزگار
کہ تیری خودی تجھ پہ ہو آشکار

(اقبال)

۱۰۰۔ اللہ نے دن کام کے لئے بنایا ہے

اور رات آرام کے لئے
جب تک دن کی روشنی قائم ہے
کام میں دل لگانا ضروری ہے
رات پڑتی ہی اس وقت ہے
جب کام کرنے کی سکت باقی نہ رہے!

۱۰۱۔ دنیا جہان کو سمجھانے سے کیا فائدہ؟

دنیا والے پہلے ہی دانا و بینا اور ذی شعور ہیں۔
اللہ نے جو چیز بھی تخلیق کی ہے حکمت پر مبنی ہے
وہ حکیم و علیم ہے۔
تمہارے مقدر کا فیصلہ بہت پہلے ہو چکا ہے۔
تم اس فیصلے کو اب عملی جامہ پہناؤ
سفر کا آغاز تو کب کا ہو چکا
منزل پر پہنچنا اب تمہارا کام ہے
تمہاری کثرت احتیاط یا پریشانی سے
سفر کا راستہ نہیں بدلا جا سکتا۔
اگر تم نے ایسی کوئی کوشش کی بھی
تو توازن کھو کر ہمیشہ کے لئے
اپنی منزل کھوئی کرا لوگے!

۱۰۲۔ اگر کوئی مظلوم آہ وزاری کرے
اور مدد اور امید دونوں کارگر ثابت نہ ہوں
تو ایک علاج تو بہر حال موجود ہے
اور وہ ہے اس نادار کی دل جوئی
ممکن ہے اس سے اس کے دکھ درد میں کچھ کمی ہو!

۱۰۳۔ تمہاری خوش بختی دیر تک تمہارے در پر دستک دیتی رہی
مگر تم اپنی غفلت کے سبب اس کی توجہ سے محروم رہے
تمہاری محبوبہ تم سے زیادہ سمجھدار نکلی
اس نے پہلی دستک پر لبیک کہا
اور کامیابی نے بڑھ کر اس کے قدم چومے!

۱۰۴۔ مجھے اللہ نے وراثت میں ایک عظیم نعمت بخشی ہے
اور وہ ہے۔۔۔۔وقت!
وقت میری ریاست ہے اور میں اس کا حکمراں
وقت میری کھیتی ہے اور میں اس کا دہقاں!

۱۰۵۔ دانا کہتے ہیں نیکی کر اور دریا میں ڈال
نیکی بجائے خود کارِ ثواب ہے
نیکی کی ترغیب اولاد کو بھی دینا
اگر اولاد نے تمہاری نصیحت پر عمل نہیں کیا
تو پھر بھی وہ اپنی اولاد کو ضرور نیکی کی تلقین کرے گی!

(حکمت نامہ)

۱۰۶۔ انوری[1] ایک بلند پایہ انسان گزرا ہے
جسے قدرت نے قلب سلیم اور ذہن رسا عطا کیا تھا
وہ کہتا ہے کہ اگر تم
ہر دور اور ہر حالت میں سرخرو ہونا چاہتے ہو تو
صراط مستقیم پر چلو
منصف مزاجی سے کام لو
اور صلہ رحمی اختیار کرو!

---☆---

۱۰۷۔ دشمنوں کے برا کہنے سے تم برا نہیں بنتے
اس لئے ان کی مذموم حرکتوں سے اپنا دل نہ دکھاؤ
اگر دشمن بھی تمہاری تعریف کرنے لگے
تو اسے دشمن کوئی کیوں کہے
اس کا کام تو ابد تک تمہاری غیبت کرنا ہے!

۱۰۸۔ دانش مندوں کی اس سے بڑی بدنصیبی اور کیا ہوگی
کہ احمق انہیں عقل سکھانے لگیں
اور نصیحت کریں چاہے انسانیت تباہی کے دہانے پر پہنچ جائے
وہ خاموش تماشائی بن کر الگ تھلگ بیٹھے رہیں!

(حکمت نامہ)

---

[1] اوحد الدین انوری فارسی کے قصیدہ گو شاعر تھے۔ سلطان سنجر کے خاص مقربین میں سے ایک تھے۔ آپ نے قصائد، غزلیات کے علاوہ قطعات بھی لکھے ہیں۔ (فیروز سنز اردو انسائیکلوپیڈیا تیسرا ایڈیشن ۱۹۸۴ء)

۱۰۹۔ اللہ بہت بڑا بے نیاز ہے
وہ باغی اور اطاعت گزار بندے کو ایک جیسی نعمتیں بخشتا ہے
اگر اس کی تقسیم بھی ہمارے ہمسایوں جیسی ہوتی
تو ہم بھوکے مر جاتے!

۱۱۰۔ مانا کہ مشرق کے شعرا مغرب سے عظیم تر ہیں
مگر ایک بات میں وہ ہم سے بالکل مشابہہ ہیں
وہ بھی اپنے ہم عصروں سے نفرت کرتے ہیں اور ہم بھی!

۱۱۱۔ دنیاوی زندگی ایک طویل سفر ہے
ہر شخص نے کاروانِ حیات میں شامل ہو کر اپنا سفر جاری رکھنا ہے
مگر آغازِ سفر سے پہلے اس بات کا ضرور اطمینان کر لینا چاہیے
کہ سمت درست ہو!

۱۱۲۔ اے اللہ! ہماری کشتی کو اپنے غیض و غضب سے بچا
آبی پرندوں کی صدا بلند سے بلند تر ہو رہی ہے!

۱۱۳۔ حسد کو اس کے اپنے ہتھیار سے شکست دو
اسے عمر بھر بھوکا رکھو یہی اس کی غذا ہے!

۱۱۴۔ اپنی حیثیت اور اپنا مقام برقرار رکھنے کے لئے
اپنے ترکش کے جملہ تیر سنبھال کر رکھو
شکرے سے لوگ سب کچھ شکار کر لیتے ہیں
مگر وحشی جانور کی طرف کسی میں بڑھنے کی ہمت نہیں ہوتی!

۱۱۵۔ واعظ کیوں مجھے سیدھی راہ اختیار کرنے سے
منع کرتے اور میری منزل کھوٹی کرتے ہیں
اگر صراطِ مستقیم پر چلنے سے میں اپنی منزل تک نہیں پہنچ سکتا
تو پگڈنڈیوں پر چلنے سے کب میں اپنی منزل پا سکتا ہوں!

۱۱۶۔ بطلِ جلیل اور مجاہد انسان سے کسے محبت نہیں ہوتی؟
ہر شخص اس کی عظمت اور قربانیوں کا معترف ہوتا ہے
صرف وہ فرد مجاہدوں کی عظمت کا اندازہ نہیں کر سکتا
جو خود کسی قسم کی آزمائش سے نہ گزرا ہو!

۱۱۷۔ نیکی کو نیکی جان کر اختیار کرو
اور اسے دوسروں میں پھیلاؤ
اگر تم ہر نیک عمل کو اپنی ذات تک محدود رکھو گے
تو نیکی تمہاری اولاد کو کیسے منتقل ہو گی؟

۱۱۸۔ اگر تم نے کالے چوروں سے مال و متاع کو بچانا ہے
تو میری تین باتیں یاد رکھنا
اور انہیں باقی دنیا سے مخفی رکھنا:۔
اول ۔۔۔۔ مال و منال
دوم ۔۔۔۔ وقت روانگی
سوم ۔۔۔۔ اپنا عقیدہ

(حکمت نامہ)

۱۱۹۔ ایک عجیب بات دیکھنے میں آتی ہے
کہ ہمارے اجتماعات میں ہمارے نوجوان
واہی تباہی بکنے کے ساتھ ساتھ بہت سی دانش مندانہ
باتیں بھی کرتے ہیں جو زمانہ قدیم سے حقیقت چلی آ رہی ہیں
مگر ظاہر یہ کرتے ہیں گویا یہ سب پٹھان کا اپنا فرمودہ ہے
حالانکہ ان اقوال دانش میں ان کے بزرگوں کے عمر بھر کے
تجربے کا نچوڑ شامل ہوتا ہے جس کا حوالہ یہ نوجوان
نہیں دیتے!

۱۲۰۔ کبھی بھولے سے بھی کسی احمق سے مت الجھنا
دانش مند کا بیوقوف سے بحث مباحثہ کرنا
خود بیوقوف بننے کے مترادف ہے!

۱۲۱۔ ایک سوال: حقیقت حال کا فوراً ادراک کیوں نہیں ہوتا
یہ سو پردوں میں کیوں چھپی رہتی ہے؟
جواب: حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے۔
ہم تحقیق موقع پر اس کی تلاش نہیں کرتے۔
حقیقت پانے کے لئے صاحب بصیرت ہونا ضروری ہے۔
صاحب بصارت اگر تاریکی میں عمر بھر پتہ ڈھونڈتا
رہے تو اس سے کیا حاصل؟

(حکمت نامہ)

۱۲۲۔ مسا کین کی تلاش میں ادھر ادھر مت بھٹکو

انھیں پہچاننے کی کوشش کرو

وہ تمھیں قریب ہی مل جائیں گے

تم اللہ کے دیے ہوئے رزق میں سے ان کا حصہ نکالو!

۱۲۳۔ عرصہ ہوا میرے ہاتھوں ایک مکڑی ماری گئی

مجھے مدتوں افسوس رہا کہ میں نے ایک بے قصور کا خون کیا

اب میرے ارد گرد جتنے لوگ مارے جاتے ہیں

تو میں سوچتا ہوں [illegible]

۱۲۴۔ اللہ نے رات کو تاریک بنایا ہے

وہ خود نور ہی نور ہے

اے کاش انھیں بھی وہ دیدۂ بینا بخش

اور ہم تاریکی میں دیکھ سکتے!

۱۲۵۔ وہ دوست دشمن سب کو نوازتا ہے

اس کے خوان نعمت سے سب کو رزق مل رہا ہے!

(حکمت نامہ)

۱۲۶۔ تم مجھے بخیل کہتے نہیں تھکتے حالانکہ
تم بہت سی ایسی چیزوں کے مالک ہو جو تمہاری ضرورت سے کہیں زیادہ ہیں
اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو ذرا مجھے ایسی اشیا کی فہرست تھما دو
جو میں خلقِ خدا میں مفت تقسیم کروں!

۱۲۷۔ مجھ سے تمہاری یہ توقع کہ میں تمہیں مناظرِ فطرت دکھاؤں
اس وقت جائز ہے کہ پہلے تم چھت پر چڑھ کر دکھاؤ!

۱۲۸۔ زبان انسان کی بہترین پردہ پوش ہے
جاہل جب تک خاموش رہتا ہے اس کی جہالت ظاہر نہیں ہوتی!

۱۲۹۔ وہ مالک اکثر گھاٹے میں رہتا ہے جو دو نوکر رکھے
وہ گھر کبھی صاف ستھرا نہیں رہ سکتا جہاں دو عورتیں رہیں!

۱۳۰۔ پیارے لوگو! ایمن وتو کے جھگڑے ترک کر کے ایک کنبہ کے افراد کی طرح رہو
(ایک ہو اور نیک ہو) ہم سب ایک آدم وحوا کی اولاد ہیں۔

۱۳۱۔ اللہ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں
اس نے مریض اور معالج کو ایک سا علم عطا نہیں کیا
اگر بیمار کو بھی ہر علالت کا علم ہو جائے
تو وہ بے چارہ تو ناامیدی کے خوف سے مر جائے گا!

۱۳۲۔ یہ بات کہ ہر شخص اپنی ہی رائے پر اصرار کرے اور دوسرے کی نہ سنے
جیسے اس کی رائے تمام عالم سے نرالی ہے، سراسر حماقت ہے
اگر اسلام اطاعت خداوندی کا نام ہے
تو ہم میں سے ہر ایک کی موت وحیات
اسلام ہی کے دائرے میں ہو رہی ہے

۱۳۳۔ دنیا میں جو آتا ہے عمارتِ نو تعمیر کرتا ہے
اس کے رخصت ہونے کے بعد اس کے وارث
اپنی مرضی کے مطابق اس عمارت میں ردوبدل کرتے رہتے ہیں
اور یوں تعمیر و تخریب کا یہ عمل جاری رہتا ہے!

۱۳۴۔ اب تک تو میرا معمول رہا ہے کہ
جو میرے گھر مہمان بن کر آیا میں اسے خوش آمدید کہتا رہا
اب (اس عمر میں) مہمانوں کو بھی کچھ خیال کرنا چاہیے
اور ناپسندیدہ اور بن بلائے لوگوں کو مجھ سے دور رہنا چاہیے
پیشتر اس کے کہ میں اپنے گھر کے دروازے سب پر بند کردوں!

۱۳۵۔ ربِ عظیم! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تجھے یہ غریب خانہ پسند آیا۔
انسان چاہے تو بڑے سے بڑا گھر تعمیر کرنا بھی دشوار نہیں
مگر آخر کار اس کا مقدر تو دو گز زمین ہے!

۱۳۶۔ دنیا والوں کی دوستی غرضی پر مبنی اور ناپائیدار ہے
یہاں صرف دو ہی رفیق مخلص اور وفادار ہیں
کتابِ نغمہ اور جامِ مے!

۱۳۷۔ لقمان[1] نے حسن کے اصل راز کو پالیا ہے
خوب صورتی ظاہری شکل وصورت میں نہیں ہوتی
یہ دراصل حسنِ عمل کا دوسرا نام ہے
شیرینی کو خوب صورت بانس میں تلاش کرنا بے کار ہے
شکر۔۔۔۔ نیشکر کے اندر سے حاصل کی جاتی ہے!

۱۳۸۔ تم سات سمندر پار اس شرق کے حسن کو
جو حافظ کا وطنِ مالوف ہے
وہ عمر بھر اس کے شیدائی اور ثنا خواں رہے
حافظ کے جاں گداز اور روح پرور نغموں کا مسکن شیراز ہی
میرا شہرِ آرزو ہے!

۱۳۹۔ کائنات کا سارا نظام عدل وانصاف پر قائم ہے
اللہ نے دو ہاتھ انسان کو توازن قائم رکھنے کے لئے دیے ہیں
اگر تم صرف دائیں ہاتھ کو اہمیت دو
تو بائیں ہاتھ کا کیا فائدہ؟
دائیں ہاتھ کی آبرو بائیں ہاتھ کے دم قدم سے ہے!

(صحبت نامہ)

---

[1] لقمان کی شخصیت عرب میں ایک حکیم دانا کی حیثیت سے مشہور تھی۔

۱۴۰۔ خرِ عیسیٰ کو مکہ لے جانے سے کیا حاصل؟
وہ وہاں سے کیا سیکھ کر آئے گا
جانور تو وہی کرے گا جو اس کی فطرت ہے
وہ گدھا ہے اور گدھا ہی رہے گا!

۱۴۱۔ پتلی لسی کو جتنا بھی بلوؤ
وہ پنیر نہیں بن سکتی
بلونے سے وہ مزید پتلی ہوتی جائے گی!

۱۴۲۔ نیک لوگو! دلِ برداشتہ ہونے کی حاجت نہیں
دوسروں کو ناکام پاکر تو ہر شخص جانتا ہے
کہ ناکامی کیا ہوتی ہے
حقیقت تو تم پر تب عیاں ہوگی
جب زندگی میں جدوجہد کے باوجود تمہیں خود ناکامی کا سامنا کرنا پڑے
تب تم پر یہ راز کھلے گا
کہ زندگی پھولوں کا بستر نہیں!

۱۴۳۔ ایک سوال: تم غالباً ان لوگوں کو بھلا چکے ہو
جنہوں نے تم سے بے شمار نیکیاں کیں؟
جواب: حسابِ دوستاں در دل! مجھے زیادہ جتانے کی ضرورت نہیں!

(حکمت نامہ)

۱۴۴۔ برے بھلے میں تمیز کرنا سیکھو
اور ایمانداری اور جاں فشانی سے
لوگوں کے دل میں گھر کرو
اس سے زیادہ کی توقع اور تمنا سراسر بددیانتی ہے!

۱۴۵۔ شاعر کے طوفانی جذبات کی تسکین کے لئے بھی
سازگار ماحول کی ضرورت ہے
بے برگ و گیاہ چٹیل میدان میں طغیانی آ جانے سے
کیا خاک گل کھلیں گے
طوفان گزرنے کے بعد، ساحلِ سمندر پر کم از کم
آبدار موتیوں کی تلاش تو ممکن ہے!

۱۴۶۔ مشیر: حضور ایسے لوگوں پر بھی مہربان رہے جن سے بظاہر آپ کو نقصان پہنچا
ایک نیک سیرت شخص ایسا بھی تھا جس نے آپ سے کچھ نہیں مانگا
اور اگر وہ کچھ طلب بھی کرتا تو اس سے آپ کے جاہ و جلال میں کمی واقع نہ ہوتی!
وزیر: یہ درست ہے کہ اس نیک سیرت شخص نے کچھ نہیں مانگا مگر یہ بھی تو
سوچو کہ جونہی میں اس کی طلب پوری کرتا وہ مجھے چھوڑ کر چلا جاتا
اور پھر عمر بھر میرے کام نہ آتا!

۱۴۷۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ مجھے کونسی چیز سب سے بری لگتی ہے؟
ایک ادب نا آشنا کے بے تکے اشعار!
اور اس بات کا ذمہ دار کون ہے کہ دنیا سے سچی شاعری رخصت ہو رہی ہے؟
ہم شاعر لوگ! جو ادب ناشناسوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں!

(حکمت نامہ)

۱۴۸۔ تیمور اور موسم سرما

سرما کی خنک ترین رات تھی۔ ہر طرف جسم کو یخ بستہ کرنے والی
تیز و تند ہوائیں چل رہی تھیں۔ تیمور اور اس کے فوجی جوان
ان اعصاب کو شل کر دینے والی ہواؤں کے نرغے میں تھے۔
سرما نے تیمور سے مخاطب ہو کر کہا:
''تمہارا ہزاروں بے گناہ افراد پر بے پناہ جور و ستم عیاں ہے
مگر میری حکمرانی بھی دشت و صحرا پر مسلم ہے۔ میں تم سے بھی
زیادہ سخت گیر اور بے رحم ہوں اور ازل سے تباہی اور بربادی کی
نقیب۔ اگر تم روئے زمین پر شیطانی ارواح کے قائم مقام ہو تو
میں بھی تم سے کسی طرح کم نہیں۔
ہاں! تمہاری زندگی میں ''دسمبر کی ایک سرد رات'' ضرور
آنے والی ہے جب مجھ سے بھی زیادہ بے رحم اور ظالم موت کے خنک
ہاتھوں کے آگے تم انتہائی بے بس ہو گے اور تمہارے جور و ستم
کے دہکتے سب چولہے موت کی دہلیز پر ٹھنڈے پڑ جائیں گے''۔

۱۴۹۔ زلیخا کے نام

زلیخا! کیا تم جانتی ہو کہ عشاق کا دل جیتنے کے لیے تم جو عطر لگاتی ہو
یہ کیونکر بنتا ہے؟ یہ ہزار ہا گلاب کے بھٹی میں فنا ہونے سے حاصل ہوتا ہے
یہی کیفیت اس ازلی سربستہ خوشبو کی بھی ہے جس کی ایک شیشی کے لئے
جو تمہاری انگلی سے بھی باریک تر ہے ایک عالم کو داؤ پر لگانا پڑتا ہے!

(تیمور نامہ)

۱۵۰۔ رات کو خواب کی کیفیت میں مجھے چاند دکھائی دیا
صبح آنکھ کھلی تو خلاف توقع سورج کو طلوع ہوتے دیکھا۔

(زلیخا نامہ)

۱۵۱۔ دعوت نامہ (Einladung)

مصائب سے گھبرا کر راہِ فرار اختیار کرنا مردانگی نہیں۔
یہ ضروری نہیں کہ ہمیشہ کل آج سے بہتر ہو۔
اگر برے حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کرو گے
تو مجھے اپنا دوست اور مددگار پاؤ گے۔
ماضی ہو، حال ہو یا مستقبل
وقت پر کسی کی گرفت نہیں۔
وہ معین رفتار سے کسی اور کے اشارے پر مصروفِ سفر ہے!
اپنے گردوپیش، مال واسباب کے انبار لگا دینا دانش مندی نہیں۔
بہتر یہ ہے کہ تمام مال ومنال باہر نکال کر میدان میں ڈھیر لگا دو۔
اور ایک ایک چیز کارِ خیر میں صرف کر دو!

(زلیخا نامہ)

---☆---

گریز کشمکشِ زندگی سے مردوں کی
اگر شکست نہیں ہے تو اور کیا ہے شکست!

(اقبال)

۱۵۲۔
زلیخا کا یوسف کو دیکھ کر کھل اٹھنا باعث حیرت نہیں۔
یوسف جوانِ رعنا تھا اور شباب عطیہ الٰہی ہے۔
وہ حسین و جمیل انسان اور دلوں کی دھڑکن تھا۔
زلیخا بھی خوبصورت تھی اور ان دونوں کی جوڑی خوب تھی۔
میری محبوبہ! میں نے ایک مدت تک تیرا انتظار کیا ہے۔
کیا ہی اچھا ہو کہ تو مجھ پر ویسی ہی مہربان ہو۔
میں عمر بھر تیرا ثنا خوان بن کر رہوں
تیری محبت کے گیت گاؤں
اور لوگ رہتی دنیا تک تجھے ''زلیخا'' کے نام سے یاد کریں!

(زلیخا نامہ)

۱۵۳۔
میرے لیے حاتم طائی[۱] بننا محال ہے
وہ مجسم سخاوت تھا میں فقیر بے نوا ہوں
میں استاد طغرائی[۲] بھی نہیں بن سکتا
وہ موجودہ دور کا عظیم ترین شاعر ہے
پھر بھی میں ان دونوں کی پیروی میں اپنی سعادت سمجھوں گا
دونوں کو ربِ ذوالجلال نے بے پناہ نعمتوں سے نوازا ہے
دونوں لینے کے بجائے دینے میں یقین رکھتے ہیں
ہماری خوش بختی یہی ہوگی
کہ ہم ان کی تقلید میں مسرتوں کو عام کریں!

(زلیخا نامہ)

---

[۱] حاتم بن عبداللہ بن سعد بن حشرج، قبیلہ طے سے تعلق رکھنے کی وجہ سے طائی کہلائے۔ اپنی سخاوت کی وجہ سے ضرب المثل بن گئے۔ زمانۂ جاہلیت میں اس کے اخلاق کی نظیر نہیں ملتی۔

[۲] ابو اسماعیل حسین بن علی، المعروف بہ طغرائی۔ اپنے مخصوص انداز میں سرکاری خطوط کی پیشانیوں پر طغرے بنایا کرتا تھا جن میں حاکم کے اوصاف اور القاب لکھے جاتے تھے۔ طغرے بنانے کی مناسبت سے طغرائی کہلائے۔ استاد اور منشی کے القاب سے یاد کیے جاتے تھے۔ ۵۱۳ھ میں الحاد کے الزام میں قتل کر دیے گئے۔

۱۵۴۔ ☆ حاتم: حالات نے میرے نہاں خانۂ دل کا تمام اثاثہ چھین لیا ہے
یوں لگتا ہے گویا ڈاکوؤں نے سرِ راہے
مجھے لوٹ لیا ہو۔
میں نے زندگی بھر کا سرمایہ تیرے قدموں میں ڈال دیا ہے
اب جب میں تہی دست اور نادار ہو گیا ہوں
میرا مرنا جینا' تیرے رحم و کرم پر ہے!

مگر مجھے مایوس ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔
تیری آنکھوں میں جذبۂ ترحم ہیرے کی طرح روشن و تاباں ہے
اور میں تیری معیت میں شاداں و فرحاں مستقبل کے سہانے
خواب دیکھ رہا ہوں!

☆☆ زلیخا: تیری بے لوث محبت سے میرا سر فخر سے بلند ہے۔
دل ربائی کا مطلب کسی کے دل پر ڈاکہ ڈالنا ہرگز نہیں۔
یہ تو وا آنکھوں سے محبوب کے دل میں اترنے والا معاملہ ہے!
تیرا میری طرف مائل ہونا میرے انعاماتِ مقدر میں سے ہے!
میں نے محبت میں کھویا کم ہے اور پایا زیادہ۔
میرا اطمینانِ قلب اور میری عزت و توقیر
سب کچھ تیری نذر ہے!

(زلیخا نامہ)

☆ گوئٹے اپنی نظموں میں اپنے لیے یوسف کی بجائے حاتم کا نام استعمال کرتے ہیں۔ اپنی محبوبہ ماریانہ فان ولے مرکو زلیخا کے نام سے پکارتے ہیں۔

☆☆ گوئٹے نے چھ مثالی جوڑے منتخب کیے اور داستان محبت کے لیے ان میں سے "یوسف زلیخا" کے جوڑے کو ترجیح دی۔

زلیخا

۱۵۵۔ میرے محبوب! ہنسی مذاق کی باتیں چھوڑ دو
آخر تم مجھ سے محبت کی خیرات کیوں مانگو
میرے لئے تو تمہارا قرب ہی دنیا جہان کے خزانوں سے افضل ہے

۱۵۶۔ عاشقِ صادق کبھی راہِ راست سے نہیں بھٹکتا
چاہے چاروں اور گھٹاٹوپ اندھیرا چھایا ہو
آج اگر لیلیٰ مجنوں بقیدِ حیات ہوتے
تو مجھ سے عشق و محبت کا درس لیتے!

۱۵۷۔ ایک روز میں دریائے فرات میں کشتی پر سوار محوِ سفر تھی
کہ تمہاری عطا کردہ انگشتری انگلی سے پھسل کر دریا کی نذر ہو گئی!
میں ابھی یہ خواب دیکھ رہی تھی کہ سورج کی شعاعیں دریچے میں سے گزر کر
میری آنکھوں پر پڑیں اور میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی!
میرے عزیز از جان شاعر! ذرا اس ڈراؤنے خواب کی تعبیر تو بتا!

حاتم: لو! مجھ سے اس مبارک خواب کی تعبیر سنو۔

تمہاری انگلی سے انگشتری کا دریا میں گر جانا کوئی برا شگون نہیں۔

وینس کے ایک ڈیوک نے تو اپنی انگشتری دریا برد کر کے سمندر سے شادی رچالی تھی!

تو نے یہ خواب سنا کر مجھے صد ہزار نغمے چھیڑنے پر اکسا دیا ہے۔

اگر چہ میں عمر بھر ہند سے ملک شام اور ملکِ شام سے بحیرۂ احمر مصروف سفر رہا

مگر میں کبھی بھی تیری یاد سے غافل نہیں رہا اور محبت کا یہ سفر بالآخر تمہاری دید

پر آ کر ختم ہوا۔

ہماری تمہاری محبت ایک اتھاہ سمندر کی سی ہے۔

ہماری عارضی جدائی اس میں رخنہ نہیں ڈال سکتی۔

میں صمیم دل سے اس عہد کا پابند ہوں

کہ میں ہمیشہ تمہارا غلام بے دام رہوں گا!

(زلیخا نامہ)

۱۵۸۔ نگہ التفات

یوں تو اس بھری پری دنیا میں عاشقانِ زار کی کمی نہیں
ایک کہے گا: میں سب سے زیادہ گرفتار بلا ہوں۔ للہ میری دادرسی کیجئے
دوسرا کہے گا: میں تیرا جاں نثار غلام بے دام ہوں حکم ہو تو تارے
توڑ کر پیش کروں!
مجھے ان بے معنی باتوں کا اب بالکل یقین نہیں رہا
البتہ حاتم! تیرا معاملہ ان سب سے الگ ہے
تیری نظرِ کرم سے میری دنیا روشن و تاباں ہے
جب بھی مجھ پر تیری نگہ التفات پڑتی ہے
میرا رگ و ریشہ مسرت سے جھوم اٹھتا ہے
پھر مجھے کسی اور حسین شے کی طلب نہیں رہتی!
یوں تو ہمارے اردگرد کی دنیا بے حد حسین و جمیل ہے
یہ گل و گلزار، یہ سرو سمن، یہ گل بنفشہ، یہ گل داؤدی
یہ گل لالہ یہ آبی نرگس، یہ گیندا گلاب یہ سوسن و چنبیلی
ہماری زمین کے یہ بیش بہا خزانے
فرحت بخش بھی ہیں اور حیات افروز بھی
مگر حیات نو پالینے کے بعد پھر یہ خواہش جنم لیتی ہے
کہ تیری یاد سے دوبارہ دل کے زخم ہرے کئے جائیں
ایسے میں جب ہماری آنکھیں چار ہوتی ہیں
تو سوز و ساز کا یہ عمل از سر نو شروع ہو کر
مجھے یاددہانی کراتا ہے
کہ حاتم کی نظروں کے علاوہ اور کوئی شے راحت جاں نہیں!

(زلیخا نامہ)

۱۵۹۔ ایک ہی حقیقت (Gingo Biloba)

میرے گلستان کے اس گوشے میں
جب درخت کے اولیں پتے کو میں
دھوپ کی تمازت میں
کئی پتوں میں بدلتے دیکھتا ہوں
تو مجھے احساس ہوتا ہے کہ
چشم بینا کے لئے برگ وبار کے پھلنے پھولنے میں
اہم سبق موجود ہے!
میں سوچتا ہوں کہ کیا یہ ایک تنہا پتے کا کرشمہ ہے
جو کئی پتوں میں منقسم ہو کر رونقِ گلستاں بن گیا ہے؟

کیا یہی طریقہ کار دو چاہنے والوں کا بھی ہوا کرتا ہے
جو برضا و رغبت یک جان ہو کر ایک دوسرے کا لباس بن جاتے ہیں؟
جب کبھی میں ایسے سوالات میں گھر ا رہتا ہوں
مجھ پر ایک ہی حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے
اور وہ یہ کہ میرے گیت جب یہ کہتے ہیں کہ میں اور زلیخا
ایک ہی سچائی کے دو روپ ہیں تو یہ کچھ اتنا غلط بھی نہیں!

(زلیخا نامہ)

۱۶۰۔ زلیخا: شاعر کی جادو بیانی کے قربان جاؤں ایک دنیا اس کی معترف ہے
یہ گہر آبدار کی مانند بیش بہا کلام
مجلی و مطہر اوراق پر ثبت 'سنہرے حروف میں تحریر
دیدہ زیب جلدوں میں محفوظ' جذبہ صادق کی دین ہے!

حاتم: محبوبہ کی سحر انگیز' نیم وا آنکھیں
اس کے تابدار گیسو' سپید موتی جیسے دانت
حسین گردن اور دل کش سینہ
فطرت نے سالہا سال کاریگری کی تو ایک ''زلیخا'' وجود میں آئی!

(زلیخا نامہ)

۱۶۱۔ زلیخا

سورج اپنی پوری آب تاب سے طلوع ہو رہا ہے
چاند غائب ہو کر اس کی آغوش میں چلا گیا ہے۔
اب یہ معمہ کون حل کرے گا کہ سورج چاند کا یہ تعلق خاطر کس کے سبب ہے؟

حاتم

یہ تو کسی شہنشاہ کی کاروائی لگتی ہے۔
ایسے عظیم کام تو صرف وہی سرانجام دے سکتا ہے
کہ سورج اور چاند کو ایسے مستحکم رشتے میں باندھے۔
یہ وہی بے نیاز بادشاہ ہے' جس نے اپنے وفادار بندوں کے لئے
ایک افضل ترین نمائندے کا انتخاب کیا!

زلیخا! اگر ہم سوچیں تو ہمارا ملاپ بھی سورج چاند جیسا ہے
تم اکثر پیار سے مجھے ''میرے آفتاب روشن تاب'' کہتی ہو
اور میں تجھے ''چودھویں کا چاند''!

(زلیخا نامہ)

۱۶۲۔ دستار بندی

آؤ میری جان آؤ
اور میری دستار کی زینت بڑھاؤ
آخر تجھ سے بہتر دستار بند اور کون ہوگا؟
تیرا مقابلہ تو ایران کے تخت امرا پر متمکن
عباس کا ذاتی دستار بند بھی نہیں کر سکتا!

سچ پوچھو تو سکندر کی تمام تر خوبصورتی
اس کی حسین دستار کی مرہون منت تھی
اور بعد میں آنے والے حکمرانوں نے
اسی شاہی طرز کو ملحوظ خاطر رکھا!

ہمارے شہنشاہ کا تاج بھی کیا ہے؟ ایک دستار۔
ممکن ہے لوگ اس کے ہیرے جواہرات دیکھ کر اس کی تعریف کریں
مگر جو حسن ململ کی دستار میں ہے وہ تاج میں کہاں؟

یہ چاندی سے مزین دستار لو اور میرے سر پر باندھو!
اب دیکھو میرے سامنے امیر الامرا کی کیا حیثیت ہے؟
میری شان و شوکت اس دستار میں ملاحظہ کرو
کیا میں تمہیں کسی فرماں روا سے کم لگتا ہوں؟

(زلیخا نامہ)

۱۶۳۔ میری توقعات

میری توقعات انتہائی قلیل ہیں اور میں اپنی ذات کے لیے کسی خاص چیز کا خواہاں نہیں
ہاں تمہاری بات الگ ہے۔
جب بھی میں تنہا بیٹھ کر تمہارے متعلق سوچتا ہوں میرا جی چاہتا ہے کہ میں
دنیا جہان کی نعمتیں لا کر تمہارے قدموں میں ڈھیر کر دوں
چاہے وہ تیمور کی وسیع سلطنت ہو اس کے شاہی غلام ہوں یا
بدخشاں کے ہیرے جواہرات! اور
ان سب پر مستزاد جہان بھر کے خشک میوے بخارا کا شہد اور سمرقند
کے نایاب ریشمی اوراق جن پر (تیری تعریف میں) ہزار ہا قصیدے تحریر ہوں!
میں مزید چاہتا ہوں کہ تمہاری بارگاہ میں
برہمنوں کے دیس کی تیار کردہ عظیم الشان دستکاری کے
اون اور ریشم سے بنے نمونے پیش کروں
جن میں ہزار ہا محنت کش انگلیوں کی محنت شامل ہو!
میں اس بات کا دل سے متمنی ہوں کہ سات سمندر اپنے موتی لا لا کر ساحل پر بکھیریں
اور وہ تیری زیب و زینت میں کام آئیں۔
بصرہ کی خوشبو اور مصالحہ جات سے لدے کاروانوں کا ذکر تو میں بھول گیا۔
بہر کیف دنیاوی مال و متاع کی آرزو بعض اوقات انسان کو اندیشہ ہائے دور دراز
میں مبتلا کر دیتی ہے۔
میری تمنا ہے کہ ہم دونوں کے دل ایک دوسرے کی محبت سے سرشار ہوں
کیونکہ سچی محبت سے بڑھ کر اور کوئی نعمت ارضی نہیں!

(زلیخا نامہ)

۱۶۴۔ محبوب کے قدم

مجھے اپنے محبوب کے قدموں پر بلخ، بخارااور سمرقند وار دینے میں کوئی تامل نہیں
کنجوس مکھی چوس تو ملک کا فرماں روا ہے جسے یہ شہر حوالہ کر دینے میں تامل ہے!
بھلااس ''عقلمند اور درخشاں ستارے'' کو کیا معلوم
کہ سچی محبت کس بلا کا نام ہے؟
اے حکمران والاشان! تمہارے یہ بودے تحفے تحائف کسی قدر و قیمت کے حامل نہیں۔
اگر تمہیں زلیخا جیسی محبوبہ کا ہاتھ درکار ہے تو پھر
مجھ جیسے فقیر بے نوا کی روش اپنالو!

۱۶۵۔ یہ حسین تحریریں جو سنہری خوبصورت جلدوں میں محفوظ ہیں تم نے ان پر اک نگہ التفات ڈالی اور مسکراتے ہوئے کمال محبت سے میری جرأت رندانہ اور خودستائی کو نظرانداز کردیا۔ سچ پوچھو تو جس پروقار طریقہ سے تم نے درگذر سے کام لیا یہی میری زندگی کا قیمتی سرمایہ ہے!

مانا کہ خودستائی حاسدوں کے خیال میں قابل نفریں ہے مگر تمہارے دل بستگان کے لیے اس میں بھی ایک گونہ راحت ہے یوں تو زندگی بذات خود بے پایاں مسرت کی حامل ہے لیکن جسے زلیخا کی محبت نصیب ہوجائے اس کے لیے یہ جنت سے کم نہیں زلیخا! جب کبھی میں تجھ سے جدا ہوتا ہوں اور ملک ملک کی خاک چھانتا ہوں۔ آج یہاں کل وہاں آج فرانس کل آرمینیا۔ فراق کی یہ طویل گھڑیاں واقعی صبر آزما ہوتی ہیں مگر فراق کے بعد وصل کی چند ساعتیں بھی کسی نعمت سے کم نہیں!

یہ تمہارا جاں فزاں وصل ہی ہے جس سے میں اپنا ویران آشیانہ ازسرنو تعمیر کرلیتا ہوں اور تمہاری لازوال الفت ہی مجھے توفیق بخشتی ہے کہ میں حیات کے منتشر تانے بانے کو دوبارہ ترتیب دے کر خوشنما دھاگوں سے اس میں رنگ بھروں اور اسے رشک جہاں بناؤں!

(زلیخا نامہ)

۱٦٦۔ میری محبوبہ! اپنے شاعرِ خوش نوا کی طرف سے حسین جذبات کے یہ
بیش قیمت موتی قبول کرلو اور انہیں جوہری کے سنہری دھاگے میں
پروکر اپنے گلے اور سینے کی زینت بنالو۔
تمہیں بخوبی علم ہے کہ یہ موتی کیونکر اللہ رب العزت کے حکم سے
ایک چھوٹی سی سیپی کے اندر قطرۂ نیساں سے وجود پذیر ہوئے!

۱٦۷۔ شرح آرزو

میں دنیا کے ان خوش بخت انسانوں میں سے ایک ہوں
جنہیں محبت کا جواب محبت سے ملا اور
ہجر کا جواب ہجر سے
وصال کا جواب وصال سے
آہ کا جواب آہ سے
اور راحت کا جواب راحت سے
یہ آج بھی میرا مقدر ہے
اور کل بھی مجھے اسی کی توقع ہے۔
تاہم میری عزیز از جان زلیخا!
تو نے یہ بات شاید محسوس کی ہو کہ باوجود قسمت کی اس قدر یاوری کے
میں کبھی کبھی مضطرب رہتا ہوں
اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ تیرے حسن بے پایاں کے مقابلے میں
مجھے حسنِ یوسف نصیب نہیں!

۱۶۸۔ زلیخا: دنیا کی تمام اقوام، حاکم و محکوم
سب اس نکتہ پر یک رائے اور متفق ہیں
کہ ارضی انسان کی خوشی اس کی شخصیت میں مضمر ہے۔
جب تک بندہ خود فراموشی کا شکار نہیں ہوتا اور خود آگاہ رہتا ہے
زندگی زندگی کہلانے کی مستحق ہے۔
جونہی وہ عزت نفس کا سودا کر لے
اس کا ہونا نہ ہونا ایک برابر ہے!

حاتم: تمہارا کہنا بجا ہے۔ ممکن ہے کتاب زندگی میں یہی کچھ لکھا ہو
مگر میرے لئے تو جہان بھر کی خوشی صرف زلیخا کی خوشی سے عبارت ہے۔
زلیخا ہی وہ پروقار شخصیت ہے
جس سے میرے وقار کا بھرم قائم ہے۔
جب کبھی اس نے مجھ سے بے اعتنائی برتی
یوں سمجھ لو کہ میری زندگی بے معنی ہو کر رہ گئی۔

تب حاتم قصہ۔ پارینہ بن جائے گا
اور میں اس خوش قسمت رقیب کا روپ دھاروں گا
جسے زلیخا دل و جان سے پسند کرتی ہے۔
خانقاہ کی راہ لینا تو شاید مجھے راس نہ آئے
البتہ میں چاہوں گا کہ میں فردوسی یا متنبی بنوں
اور اگر لوگوں نے بہت ہی اصرار کیا
تو پھر شاید بادشاہ وقت بننے پر راضی ہو جاؤں!

۱۶۹۔ حاتم: کسی زرگر کی دکان کی طرح
جو رنگ برنگے دل کش فانوسوں سے مزین ہو
سپید بالوں کے باوجود
شاعر حسینوں کے جھرمٹ میں گھرا ہوا ہے!

دوشیزائیں: شاعر بے شک اپنی زلیخا کی تعریف میں
زمین آسمان کے قلابے ملاتا رہے ہمیں اس سے کیا؟
ہمیں تو خود شاعر کی بھی کوئی پرواہ نہیں
البتہ شاعر کے شیریں کلام کی بات کچھ اور ہے!
شاعر! تیری زلیخا کیسی ہی ہونق اور بدصورت ہو
اسے حسن جاوداں عطا کرنے والے صرف تیرے نغمے ہیں
اور حسن و عشق کی وارداتوں میں یہ کوئی اچھنبے کی بات نہیں
جمیل کی موجودگی میں بوتائینا کا دل کش
اور دل پذیر لگنا صحیفوں سے ثابت ہے!
بہرکیف ہمارا تو صرف ایک ہی مطالبہ ہے
کہ ہمارے حسن کی بھی مناسب نقش گری کی جائے
اور اس کے بدلے میں نقاش کے جائز مطالبات سر آنکھوں پر!

حاتم: گلبدن! ذرا قریب آؤ، یہ حسنِ بے پایاں مجھے مرغوب ہے
یہ شانہ، یہ چھوٹی بڑی پریشاں زلفیں
یہ مرصع اور جڑاؤ زیور کی طرح

کسی پرشکوہ معبد کے حسین وجمیل گنبد!

تم اپنے متناسب قد روقامت سے مجھے مسحور کیے رکھتی ہو

تجھ پر کسی معبد کے دل کش میناروں کا وہم وگمان ہوتا ہے

تجھے جس رُخ سے بھی دیکھا جائے تیری اٹھان پر کشش اور دلپذیر ہے

تیرے مدھ بھرے نین اگرچہ دو ہیں مگر میں نے صرف ایک ہی کو بیک وقت

مصروفِ کار دیکھا ہے۔ کیا میری عافیت اس میں نہیں کہ میں تیرے تیرِ نیم کش سے دور رہوں؟

تیری آنکھوں کا یہ اعجاز کیا کم ہے

کہ جب ایک شکار کو نشانہ بناتی ہے

تو دوسری اس کے زخموں پر مرہم رکھتی ہے

ہاں وہ شخص واقعی بد بخت و بد نصیب ہے

جسے تیرے دو نینوں کی رفاقت میسر نہیں!

میں جب زلیخا کی تعریف میں رطب اللسان رہتا ہوں

تو یہ گویا تمام حسینوں کے حضور میرا نذرانہ عقیدت ہے

تمام پری چہرہ لوگ جب یونہی میرے نغمے سنتے گاتے ہیں

تو یہ دراصل ان حسین لوگوں کا میری محبوبہ کے حضور

نذرانہ عقیدت پیش کرنا ہے!

دوشیزائیں: شاعر کی ادا یہ ہے کہ وہ مغلوب ومحکوم نظر آئے

حکمراں یہ سمجھتا ہے کہ پلہ اس کا بھاری رہا

ہاں فرق اس وقت نمایاں ہو جاتا ہے

جب شاعر کی محبت زیرِ عتاب ہو!

پھر کیا نغمہ پر بھی اس کی محبوبہ کی اجارہ داری ہے کہ

نغمہ کن سروں میں ہمارے گلے سے نکلے؟
نغمہ پر یہ قدغن زلیخا کے مزاج کے عین مطابق ہے
کیونکہ درپردہ اسی میں اس کی مسرت پنہاں ہے!

حاتم: بھلے لوگو! تمہیں زلیخا کے کارناموں سے واقفیت نہیں
میرے گیت دراصل میری محبوبہ کے جذبات کے ترجمان ہیں
اور میری شاعری حقیقت میں زلیخا کی ہی شاعری ہے
تم لوگ اس گہرے سمندر کے ابھی شناور نہیں!
تم کبھی بھی مل کر اس کے فن سے اپنا موازنہ نہ کرنا
اس کے لبوں پر رقصاں گیت صرف حاتم کے لئے ہیں
اور تمہاری محبت محض تمہاری ذاتی مسرت کی آئینہ دار ہے!

دوشیزائیں: چلو یہ بات تو شاعر کی مان لی کہ زلیخا روئے زمین پر مانند حور ہے
مگر للہ! یہ داستان زلیخا پر ہی ختم ہو تو بہتر ہے تاکہ شاعر پر ہمارا بھی
تو کچھ حق ہو!

۱۷۰۔ حاتم: میں زلیخا کے حسین خدوخال کے دائرے میں
اس کی زلفِ گرہ گیر میں، مسحور و محصور ہوں
تم لوگوں کے مہمل سوالات کا اس وقت میرے پاس
کوئی جواب نہیں۔ مجھے تو بس اژدہوں نے
اپنی گرفت میں لے رکھا ہے!
میرا دلِ شگفتہ میری بیداغ جوانی کی دین ہے

میں نے اپنی نوجوانی کے منہ زور تقاضوں کو
ہر موسم میں لگام دے رکھی ہے
میری دلی کیفیت اس جوالا مکھی کی سی ہے
جو بظاہر دھند اور برف سے ڈھکی حسین نظر آئے!

تمہارا کسی بات پر کھل اٹھنا
مجھے شفق کی یاد دلاتا ہے
جو رات کی بھیانک تاریکی کو دن کے اجالے میں تبدیل کردیتی ہے
تمہیں ایک بار پھر مسرور دیکھ کر
حاتم کی زندگی میں دوبارہ بہار کی تازہ ہوا
اور گرما کی فرحت بخش تمازت کی آمد ہے!
ساقئی دلنواز! بوتل کو پھر گردش میں لا
یہ آخری جام زلیخا کے نام!
جس دن زلیخا کا گزر اس رہ سے ہوگا
اور وہ راکھ کے اس ڈھیر میں سے کچھ تلاش کرے گی
وہ سر اٹھا کر فخریہ انداز میں کہہ سکے گی:
''اس راکھ کے ڈھیر سے مجھے اپنے شاعر کی خوشبو آتی ہے!''

(زلیخا نامہ)

۱۷۱۔ زلیخا

محبت کا جواب محبت سے ملے تو ہم خدا سے اور کیا مانگیں؟
میرے محبوب کی بے لوث محبت نے میری جوانی کو چار چاند لگا دئے ہیں
زمانہ جوں جوں میرے شاعر خوش بیاں کی قدر و قیمت پہچاننے لگا ہے
میں خوشی سے پھولی نہیں سماتی۔
سچ پوچھو تو عشقِ صادق ہی روح کی غذا ہے
اور محبت سے بڑھ کر اور کوئی طبیبِ جاں نہیں!

۱۷۲۔ کیا ہوا جو تیرا محبوب تجھ سے اتنا دور ہے
جتنا مشرق سے مغرب۔
دلِ ناتواں جذبۂ شوق سے سرشار
مستانہ وار صحراؤں میں مصروفِ سفر ہے
اور وہ خود اپنا ستارۂ رہبر ہے!
عاشقِ جاں نثار کے لئے
بغداد کی دوری کوئی دوری نہیں!

۱۷۳۔ رقیب روسیاہ بے شک اپنی کوشش جاری رکھے
اور اپنے ٹوٹے ہوئے دل کا مداوا کرے۔
مجھے تو ان شربتی آنکھوں نے مسحور کر رکھا ہے
اور میرے لئے یہ تصور ہی کافی ہے
کہ اس کے دل کی دھڑکنوں کا مخاطب میں ہوں!

(زلیخا نامہ)

۱۷۴۔ زلیخا

میری سمجھ میں نہیں آتا زلیخا! کہ میں تیرے حسنِ بے پایاں کو دیکھوں
یا تیری شیریں مسحور کن آواز سنوں؟
یہ دونوں کام بیک وقت سرانجام دینے خاصے مشکل ہیں۔
کیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ میں ایک وقت میں ایک کام کرتا۔
اگر میں تجھے دیکھنے میں مصروف ہوتا تو بے شک کانوں سے بہرا ہوتا
اور اگر تیری شیریں اور دل کش آواز سنتا تو بے شک نابینا ہوتا!

۱۷۵۔ تو اگرچہ بظاہر مجھ سے دور ہے مگر میرے دل سے دور نہیں
میں جب بھی گردن جھکا کر تجھے یاد کرتا ہوں
تیری آواز مجھے صاف سنائی دینے لگتی ہے
اور تو بذات خود میری آنکھوں کے سامنے موجود ہوتی ہے!

۱۷۶۔ کیا یہ سنجیدہ طرزِ عمل کا تقاضا نہیں
کہ میں دنیا جہاں کی نظروں سے دور
روشن آفتاب سے رخ موڑ کر
گوشۂ تنہائی اختیار کروں
اور سکون واطمینان سے کچھ لکھوں؟
اب تو شرابِ ناب میں بھی وہ لطف نہیں!

(زلیخانامہ)

۱۷۷۔ پہلی ملاقات پر میں حالِ دل سناتا رہا
اور وہ ٹک ٹک دیکھتی رہی۔
اس نے زبانِ حال سے کچھ نہ کہا
مگر اس کی یہی خموشی وبالِ جان بن گئی۔
میں بولتے بولتے بے حال ہو گیا اور زبان لڑکھڑانے لگی۔

آج جب میں قلم اٹھا کر اپنا دردِ دل بیان کرنا چاہتا ہوں
تو میرا ناتواں قلم میرا ساتھ نہیں دے رہا!

۱۷۸۔ اے ساقیٔ دلبند! تیری جان کی خیر!
ساغر و مینا کو خاموشی سے
میرے آگے رکھ اور شرابِ ناب پلا۔
تو تو روزِ اول سے میرا محرمِ راز رہا ہے۔
تجھ سے تو میری کوئی تمنا پوشیدہ نہیں!

(زلیخانامہ)

۱۷۹۔ خیالِ دوست

جب کبھی میں محوِ خیال رہتا ہوں
میرا ساقی مجھ سے پوچھتا ہے:
جنابِ والا! کہیں دشمنوں کی طبیعت ناساز تو نہیں
اس وقت آپ کے تمام مشتاقانِ دید بمع آپ کے خادم
منتظرِ نغمہ ہیں۔
ان بے چاروں کو کیا پتہ
کہ میں خیال دوست میں دنیا و مافیہا سے لاتعلق رہتا ہوں
اور مجھ پر حضرت سلیمان کی طرح علم و دانش کا اس وقت
غلبہ رہتا ہے جب میں
صنوبر کے سائے تلے تنہائی سے باتیں کروں!

۱۸۰۔ کتابِ زلیخا

میری دلی خواہش ہے کہ کتابِ زلیخا جلد از جلد مکمل ہو
اور میں اسے دوسروں کی طرح ایک خوشنما جلد میں تمہارے حضور پیش کروں
مگر یہ کیسے ممکن ہے؟
الفاظ اور صفحات کو آخر ایک شخص کیونکر پابند حدود کر سکتا ہے
جبکہ معاشرے میں دیوانگئ عشق کی حدود متعین نہیں!

(زلیخا نامہ)

۱۸۱۔ نغمہ کی صورت گری

شاعر: زلیخا! جو کچھ میں گلستاں میں ان ہری بھری ٹہنیوں پر
مشاہدہ کر رہا ہوں کیا یہ پھلوں سے لدی حسین شاخیں
تجھے بھی دعوتِ نظارہ دے رہی ہیں

دیکھنا! ان سرسبز شاخوں پر کیا کیا خوش رنگ وخوش ذائقہ پھل
اپنی مخفی لذت آفرینی سے تاحال بے خبر کیسے محواستراحت ہیں
بادِصبا کے خنک جھونکے ان ٹہنیوں کو جھولا جھلانے میں مصروف ہیں
اور بہت جلد تخلیق کا وہ عمل پایہء تکمیل کو پہنچے گا
جب یہ پھل آفتابِ عالم تاب کی گرمی سے نمو پا کر
بالآخر شاعر کی جھولی میں آگرینگے!

اگر تم غور کرو تو میرے گیت بھی اسی طرح
تخلیق کے مختلف مراحل سے گزر کر
(اور شاعر کے خونِ جگر سے نمو پا کر)
پکے پھلوں کی مانند ڈھیروں کی صورت میں
تمہارے دامن کی زینت بنتے ہیں
اور یوں شاعر کو اپنی نغمہ گری کا صلہ ملتا ہے!

(زلیخانامہ)

۱۸۲۔ زلیخا: اس مقام پر جہاں خوش نما فوارے اپنا راحت افزا
تماشا دکھا رہے ہیں
معلوم نہیں وہ کونسی چیز تھی جس نے مجھے وہاں سے ہلنے نہیں دیا
ہاں! میں نے قریب ہی وہاں ایک درخت کو دیکھا
جس پر میرے تمہارے نام کے پہلے حروف کھدے
آپس میں گلے مل رہے تھے!
اب میں درختوں کی ایک حسین شاہراہ سے ہٹ کر
جب ایک بار پھر اوپر کی طرف نگاہ اٹھاتی ہوں
تو وہی کھدے دو حروف مجھے دور سے چمکتے دمکتے
ایک دوسرے کے گلے میں بانہیں ڈالے نظر آتے ہیں
میرے محبوب شاعر!
تم یونہی ہمیشہ ہمیشہ مجھ سے قریب اور پیوستہ رہنا

حاتم: چنار کے یہ دو ریہ درخت فواروں کی موجودگی میں یہ گواہی دیتے
ہیں کہ شاعر کا مرنا جینا اب زلیخا کے ساتھ مقدر ہے!

زلیخا: میرا تجربہ تو یہ ہے کہ تجھ میں اب وہ پہلی سی گرم جوشی نہیں رہی
تجھ پر نہ تو اب میرے شیریں بوسوں کا کچھ اثر ہوتا ہے
نہ دل کش نغموں کا
مجھے تو تم اپنی داخلی دنیا میں گم سم ایک بیجان پتھر دکھائی دیتے ہو
آخر اس بے رخی کی کچھ تو وجہ ہوگی؟

اتم: آہ زلیخا! کیا میں تم سے واقعی اصل صورتِ حال بیان کر دوں؟
یہ واقعہ جس قدر دردناک ہے اسی قدر سبق آموز بھی!
میرے نغمے اب تک صرف تو نے ہی گائے اور تو ہی درحقیقت
ان کی آبرو ہے مگر سچی بات یہ ہے کہ ان نغموں میں
ایک طرح کی ملاوٹ ہے
یہ خارجی عمل دخل نہ تو حافظ کے سبب ہے نہ نظامی کے سبب
نہ سعدی کی وجہ سے ہے نہ جامی کے سبب
میں نے ان شعرائے کرام کا بہ نظر غائر مطالعہ کیا ہے
اور میں ان کے کلام بلاغت نظام سے بخوبی آگاہ ہوں
ان کے خوبصورت اشعار کی گونج میرے حافظے میں
اب تک محفوظ ہے۔
تاہم میرے اشعار ان سب سے الگ میری اپنی سرزمین کی
پیداوار ہیں!
یہ اشعار تازہ بتازہ میں نے کل ہی تو کہے ہیں
تم ہی بتاؤ کیا تمہارے عہد و پیمان اب بھی برقرار ہیں
کیا تم ویسی ہی خوش باش اور مطمئن ہو
کہیں ایسا تو نہیں کہ تیری سانسوں میں بھی اجنبی اثر و رسوخ کی کیفیت ہو

بہر کیف شعر و شاعری ہمارا مشترکہ سرمایہ ہے
اسی سے ہی ہماری رفاقت پروان چڑھی ہے
ہماری زندگی کی خوشیوں کا دار و مدار اسی رفاقت پر ہے

کیا تم میرے اس خیال سے متفق نہیں؟

زلیخا: حاتم کی لمبی جدائی میں دوشیزہ نے رازِ حیات پالیا ہے
شاعر اس کی قربت کے دوران اس کا مدح خواں رہا
جدائی کا لمحہ لمحہ اسی حقیقت کی طرف اشارے کرتا رہا کہ
شاعر کی تمام تر مدح خوانی اب بھی زلیخا کے لیے وقف ہے
اور یہی اس کا سرمایۂ حیات ہے!

۱۸۳۔ یہ بہرام گور ہی تھا جس نے پہلے پہل اپنے جذبات کو نظم میں ڈھالا
جذبے کی صداقت نے آواز میں وہ اثر پیدا کیا کہ نغمے سے
مسرت کی پھوار پھوٹنے لگی۔
دل آرام نے محبت کا جواب محبت سے دیا
یوں پے در پے نغمے عالم وجود میں آ گئے اور
زندگی کے کٹھن لمحے شادمانی میں تبدیل ہونے لگے!

میری محبوبہ! تیری میری ملاقات اسی طرح عمل میں آئی۔
قدرت کو یہی منظور تھا کہ زلیخا کی محبت میں شاعر گیتوں کی مالا پروئے
میری بہرام گور سے اس سلسلے میں کوئی رقابت نہیں۔
مجھے بھی قسام ازل نے اس فن سے خوب خوب نوازا ہے۔

زلیخا! یہ دیوان تیری ہی لازوال محبت کا ثمر ہے۔
مجھے تو نے ہی ان گیتوں پر اکسایا۔
یہ نغمے تیرے ہی ذہن ہیں۔

اگر کسی طرح تجھے میرے نغموں میں زندگی کی حرارت اور فرحت
نظر آئیں تو سمجھنا کہ یہ سب کچھ تیری ہی پروقار اور پر بہار زندگی
کا عکس ہے۔
نگاہ کے بدلے نگاہ اور گیت کے بدلے گیت! (عطیہ خداوندی ہے)
تم مجھ سے جدا ہو کر جہاں بھی رہو گی
یہ گیت ہجر میں تیرے شامل حال رہیں گے۔
میرے ایک گیت سے سو اور گیت جنم لیں گے
اور نغموں کی یہ کہکشاں سدا پھلتی پھولتی اور روشن رہیگی!

۱۸۴۔

میری زندگی تیری زندگی سے عبارت ہے
تو میری نظر میں سرتاپا حسن ہے اور میں اسی حسن کے سہارے جی رہا ہوں
تو میری پہلی اور آخری خوشی ہے
کل جب جدائی کی گھڑی آن پہنچی
تو گویا میری تمام خوشیوں نے مجھ سے منہ پھیر لیا
اب میں کس سے اپنے دردِ دل کا اظہار کروں
اور کس کو اپنی خوشیوں میں شریک ٹھہراؤں
زندگی اب بنئے کا قرض بنتی جا رہی ہے
اور یہ قرض صرف اسی وقت اترے گا
جب اللہ ربّ العزت ہم دونوں کو پھر سے باہم ملائے گا
تاہم جدائی کے یہ لمحات اگرچہ عارضی ہیں
مگر ہیں یہ کڑے اور جان لیوا
لگتا ہے سورج چاند ستارے
سب تیرے چلے جانے سے اشک بار اور آزردہ ہیں۔

(زلیخا نامہ)

۱۸۵۔ زلیخا

یہ کیسا عجیب و غریب جذبۂ مسرت ہے
کیا مشرق سے آنے والی ہوا پھر کوئی خوش خبری لائی ہے؟
اس کے فرحت بخش اور خنک جھونکے میرے زخموں کیلئے مرہم کا کام دے رہے ہیں
ہوا کھلنڈرے بچوں کی طرح بادلوں کو یہاں وہاں دوڑا رہی ہے
ساتھ ساتھ جہاں بھر کے کیڑے مکوڑے تاکستانوں کی طرف اڑے چلے جا رہے ہیں
دھوپ کی تمازت کے باوجود فضا خوشگوار اور معتدل ہے
میرے گرم رخسار خنک ہوا کے تھپیڑے ہنسی خوشی سہ رہے ہیں
اس پس منظر میں جب مجھے اپنی محبوبہ کی یاد آتی ہے
تو میرے لب و رخسار اس کے حیات افروز بوسے محسوس کرتے نہیں تھکتے
اب جبکہ تاریکی قدرے چھا گئی ہے اور پہاڑ نظروں سے اوجھل ہونے شروع ہو گئے ہیں
میں سوئے خانہ محوِ خرام ہوں۔ مجھے چاہئے کہ میں دور اونچی دیواروں سے
گھری آبادیوں میں غم زدہ اور خانہ برباد عشاق کی دل جوئی کروں
تاکہ اس کے صلے میں خالق کائنات مجھے بھی اپنی دور افتادہ محبوبہ
سے جلد ملا دے!
کسی دل شکستہ کی دل جوئی بذاتِ خود بہت بڑا انعام ہے
خاص کر اس وقت جب دوسرے کا غم بانٹنے والا خود اپنی محبوبہ سے
دور ساعتِ وصل کا منتظر ہو!

(زلیخا نامہ)

۱۸۶۔ بلند مقام ----- آفتابِ عالم تاب

آفتابِ عالم تاب ۔۔ یونانیوں کا سورج دیوتا ----
رتھ پر سوار کس شان وشوکت سے افلاک کے بے پایاں فاصلے طے کر رہا ہے
نیچے اللہ کی وسیع مفتوحہ سرزمین ہے۔ وہ بادلوں کے حسین جھرمٹ
میں سے تاک جھانک کرتا زمین تک پہنچتا ہے جس سے وہاں کی ہر شے
نمو پاتی اور اپنے خزانے اگلتی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے وہ باقی ہر
چیز سے بے نیاز صرف اسی کی خدمت میں مصروف کار ہے!
غروب آفتاب کے وقت وہ غم کی تصویر بنے سب کو حیرت
واستعجاب میں ڈال کر بظاہر سوئے عدم روانہ ہو جاتا ہے مگر
اس غم واندوہ میں بھی خوشی کا ایک پیغام مضمر ہے!
وہ یوں کہ سمندر کی اتھاہ گہرائیوں میں پڑے صدف جونہی قطرۂ نیساں کی صورت میں اس
کا پیغام محبت وصول کرتے ہیں ان میں ایک حشر پا ہو جاتا ہے اور
یہی وہ جانفزا لمحہ ہوتا ہے جب بیش قیمت موتیوں کی تخلیق ہوتی ہے!
اپنا کام سرانجام دینے کے بعد وہ قریب آ کر قوس قزح کی طرح زمین پر
چھا جاتا ہے مگر افسوس کہ وہ وصال محض وقتی ثابت ہوتا ہے اور زمین
اس کی گرفت سے چھٹکارا پا کر چشم زدن میں دور چلی جاتی ہے اور یوں روز وشب
کارخانۂ قدرت کا یہ طلسم جاری رہتا ہے!
میری محبوبہ! فطرت کی یہی ستم ظریفی ہے جس کے سبب تم بھی
مجھ سے آنکھ مچولی کا یہ کھیل کھیلتی رہتی ہو۔ اور وصل کے بعد یکدم نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہو
ایسے میں میں اگر سورج دیوتا ہوں تو کیا؟
اور رتھ پر سوار ہو کر افلاک کے فاصلے طے کروں تو کیا؟

(زلیخا نامہ)

۱۸۷۔ صدائے بازگشت

بے شک عالم مسرت میں شاعر کی چمک دمک سورج چاند ستاروں
یا بادشاہ وقت سے کسی طرح کم نہیں ہوتی
مگر شاعر کا حال عالم اضطراب میں کس نے پوچھا؟ کس نے دیکھا؟
جب وہ فگار سینہ لئے تاریکیٔ شب میں تنہا' کرب و ابتلا اور
پیچ و تاب میں مبتلا ہوتا ہے۔

وہ تارے گن گن کر اپنی ویران راتیں گزارتا ہے
اور آخر شب تو اس بے چارے کی حالت دیدنی ہوتی ہے
جب اس کے سرخ و سپید گال پچکے اور زرد ہو جاتے ہیں
اور دل خون کے آنسو رو رو کر بے حال ہو جاتا ہے!

میری محبوب زلیخا! میری تاریک راتوں کے روشن چاند!
میری شمع محفل! میرے تاباں و درخشاں سورج!
تم مجھے کبھی بھی کرب و اضطراب میں تنہا نہ چھوڑنا۔
تمھارے بے نوا شاعر کی تم سے یہی التجا ہے!

(زلیخا نامہ)

۱۸۸۔ زلیخا

آہ! مغربی سمت سے چلنے والی ہواؤ
تمہارے نمناک بال و پر مجھے تمھاری تعریف وتوصیف پر مجبور کرتے ہیں
اور تم سے میرے جذبۂ حسد کو بیدار بھی کرتے ہیں
کہ تم اس بے وفا کے کوچے میں جا کر اس سے میرا حال دل بیان کرو
اور اسے بتاؤ کہ اس کی جدائی میں اس کی محبوبہ کس قدر دلگیر و دل گرفتہ ہے
اے کاش! تمھارے پروں کی طرح مجھ میں بھی یہ آفاقی قوت ہوتی
کہ میں کھیت کھلیان اور پربت و جنگل کو عبور کر کے اس
بے وفا کے پاس اڑ کر پہنچ سکتی اور اسے اپنا فسانۂ غم سنا سکتی!

تاہم میں تمہاری شکر گزار ہوں کہ تمھارے خنک اور معتدل جھونکے
میری جلتی آنکھوں کے لئے راحت جاں ہیں اور ان سے یہ امید بھی
بندھتی ہے کہ جدائی کی یہ گھڑیاں محض عارضی ہیں

پس تم پہلی فرصت میں میرے محبوب کے پاس جاؤ
اور اسے نہایت قرینے سے یہ پیغام پہنچاؤ
کہ اس کے بغیر میری یہ زندگی ادھوری ہے
میری حیات مستعار کی تمام تر رعنائیاں اسی کے دم قدم سے ہیں
اور ان رعنائیوں کا لوٹ آنا تب ہی ممکن ہے
کہ میرا محبوب جلد سے جلد وطن عزیز لوٹ آئے!

(زلیخا نامہ)

۱۸۹۔ وصال یار

حسن کی ملکہ! میری محبوبہ! وصال یار کی ساعت آ پہنچی
میں تیری شیریں قربت سے لطف اندوز ہو رہا ہوں
ہجر کی وہ تاریک رات گزر چکی۔ کس قدر دل دوز تھی وہ رات کس قدر وحشتناک تھی جدائی کی گھڑی
مجھے یقین نہیں آ رہا کہ یہ تم ہو۔ میرا سرمایۂ حیات۔ میری کل کائنات!
میں جب کبھی ماضی کی طرف لوٹتا ہوں مجھے دل افسردہ کے سوا کچھ نظر نہیں آتا!

یہ اس وقت کی بات ہے جب کائنات ابھی پردۂ غیب میں تھی
رب ذوالجلال والاکرام نے ارادہ فرمایا اور لفظ ''کن'' کہا۔
''فیکون'' کی صورت میں اس کے ارادے کی تکمیل ہوگئی۔
پہلے شش جہت گھپ اندھیرا تھا اب ہر سو روشنی ہی روشنی تھی۔
عناصر نے منتشر ہو کر کئی صورتیں اختیار کیں۔
مختلف کرے ظہور پذیر ہوئے' ایک دوسرے سے کوسوں دور۔
نہ کوئی شور و غوغا نہ کسی کو اختلاف رائے کی ہمت
اللہ رب العزت نے کائنات کی خامشی اور اپنی تنہائی
دور کرنے کیلئے ''شفق'' کی تخلیق کا ارادہ فرمایا۔
''شفق'' کی تخلیق سے ہر طرف رنگوں کی بارش ہوگئی۔
چیزوں میں ٹھہراؤ اور توازن پیدا ہو گیا۔ ہر درد کا درمان
ہاتھ آ گیا۔ جو چیز پہلے اجنبی اور لاتعلق تھی وہ اب محبت
کے پاک جذبے سے سرشار نظر آنے لگی۔
مخلوق کا بالآخر اپنے خالق کی طرف لوٹنا ہر ذی روح کا مقدر ہے۔
کارزار حیات میں یہ عمل ازل سے جاری و ساری ہے۔
شفق کی تخلیق کے بعد ایک روز مجھے کرنوں کے دوش پر سوار تیرے
ہونٹوں کا لمس محسوس ہوا۔ رات ہمارے سکون اور راحت
کیلئے بنائی گئی (دن کام کیلئے بنایا گیا۔ ستاروں سے بھی اس کائنات
میں ایک خاص مدت تک ہمارا قیام نوشتۂ تقدیر ہے)
اب رب ذوالجلال والاکرام کو ہمیں ایک دوسرے سے الگ کرنے
کے لئے کسی ''کن'' کی حاجت نہیں!

۱۹۰۔ چودھویں کی رات

اے جانِ جاناں

بتاؤ تو سہی یہ خفیہ سرگوشی کیسی؟
تیرے نازک لب کس بات سے مرتعش ہیں؟
یہ رات بھر کا جگ راتا اور اس پر جرعہ جرعہ یہ بادہ نوشی!
کیا یہ ہونٹ اس سوچ میں مستغرق تو نہیں
کہ انہیں دو مزید ہونٹوں کی جستجو ہے؟
میں تو پہلے ہی اپنے جذبات کا اظہار کر چکا ہوں
''آ ؤ! لب سے لب ملا کر اس سرگوشی کو اپنے قدرتی انجام تک پہنچائیں!

دیکھنا! شام کا غیر یقینی دھندلکا ہر شاخ گل کو دہکا رہا ہے
آسمان پر ستاروں کا کارواں محو خروش ہے
جنگل میں ہر طرف منگل کا سا سماں ہے
پھر بھی نہ جانے کیوں تمھارا ذہن کہیں اور الجھا ہوا ہے
میں تو پہلے ہی یہ پیش کش کر چکا ہوں
''آ ؤ! لب سے لب ملا کر ان لمحوں کو جاوداں بنالیں!''

مانا کہ تیرا محبوب تجھ سے دور غم فراق میں تڑپ رہا ہے
اس دوری میں تلخی بھی ہے اور شیرینی بھی
وہ مقدر کے اس ناگہانی آفت پر دل گرفتہ ہے
مگر اسے تم دونو کا وہ عہد و پیماں یاد ہے
جب تم نے چودھویں کی رات ملنے کی قسم کھائی تھی
اور یہی وہ خوشگوار لمحہ ہے!
''آ ؤ! اپنے کیے ہوئے وعدوں کو چاندنی کی گواہی میں حقیقت کا روپ دے دیں!

(زلیخا نامہ)

۱۹۱۔ ضابطۂ حیات

معزز سفیران سلطنت! میری معروضات سنو اور ان پر عمل کرو
تمھارے جابر حکمران تمھارے صائب مشورے کے کب سے منتظر ہیں
کہ تم لوگ اپنی خفیہ تحریروں کو سادہ الفاظ میں خلق خدا پر واضح کرو
اور دنیا کی عمومی کج روی کا کچھ علاج پیش کرو!

میری جانِ عالم محبوبہ کے پاس بھی چند تیر لہدف نسخے ہیں
چونکہ یہ حیات افروز نسخے اسی کی ایجاد ہیں اس لئے
کم از کم میرے حق میں تو یہ جاں فزا ثابت ہوئے ہیں

ان نسخوں کا اہم عنصر محبت کی جہانگیری اور الفت کی فراوانی ہے
دوسرا عنصر وفاداری بشرط استواری ہے اور ایک دوسرے پر
مکمل اعتماد چاہے زمین ادھر سے ادھر ہو جائے!
ہم دونو شہیدان وفا کا تو اب تک یہی وطیرہ رہا ہے۔

ہماری مثال ایک خوشنما گلدستے کی سی ہے جو رنگ برنگے دل کش
پھولوں پر مشتمل ہے
ہمارا مکان کیا ہے۔ بزرگ ترین فرشتوں کی آماجگاہ
آسمان ہم پر رنگوں کی ضوفشانی کرتا ہے
اور معطر زمین سے شیریں ترین نغمے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔
ہمارا مشترکہ لائحۂ عمل، نسخۂ کیمیا کی حیثیت رکھتا ہے
اور یہ ایسے ہی تیر لہدف ہے جیسے کسی حکیم حاذق کا نسخہ
میں نے تم لوگوں کے سامنے خوشحال زندگی کے اجزائے ترکیبی گنوا دیئے ہیں
اب تم لوگ جانو اور تمھارا کاروبار حیات!

۱۹۲۔ آئینہ میں عکس

اس وقت آئینہ میرے سامنے ہے اور کس ذوق وشوق سے
میں اس میں اپنا عکس دیکھ رہا ہوں
معلوم ہوتا ہے میں ایک نہیں دو کی صورت میں یہاں موجود ہوں
اور میرے سینے پر شاہی تمغوں کی کیا جگمگاہٹ ہے؟
میں بے دلی سے جو کچھ تلاش کر رہا ہوں
وہ دراصل میرا اپنا چہرہ نہیں
میں تو ایک دل کشش ہمسائی کو چاہنے لگا ہوں
اور یہاں معاملہ وہی ہے!

جب میں آئینے کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں وہ
ایک لٹے پٹے خاموش گھر میں جھانکنا شروع کر دیتی ہے
اور پیشتر اس کے کہ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو
آئینے میں اس کا حسین چہرہ نظر آنے لگ جاتا ہے
میں گھبرا کر آئینے سے رخ پھیرتا ہوں تو وہ وہاں نہیں ہوتی
حالانکہ ابھی ابھی میں نے اسے خود دیکھا تھا
میں جھنجھلا کر اپنی بیاض کھولتا ہوں تو دیکھتا ہوں
کہ وہ تو میرے گیتوں میں براجمان ہے!

میں خوب سے خوبتر گیت کی تلاش میں رہتا ہوں
اور یہی میرا روز کا معمول ہے
بیچارے نقادوں کی مجبوری اپنی جگہ، وہ میرے خلاف زہر اگلنے سے
باز نہیں رہتے۔
میں اب تک اپنی محبوبہ کے بے شمار عکس صفحۂ قرطاس پر اتار چکا ہوں
ان شبیہوں میں اس کا حسن بے پایاں
خوبصورت منقش جلدوں میں، دیدۂ بینا سے داد طلب ہے!

۱۹۳۔ زلیخا

میری زندگی کی تمام تر راحت اور میرے یہ حسین گیت سب تیرے
مرہونِ منت ہیں
تم اکثر میرے خیالوں میں آ کر مجھے جتاتی ہو کہ تم صرف میری ہو

یہ خیال بذاتِ خود روح پرور ہے کہ اسے ہر لمحہ میرا خیال رہتا ہے
حالانکہ میں اس سے کوسوں دور اس کی جدائی میں بے چین و مضطرب ہوں۔

میرا آئینہ دل اسی کے جذبات کی عکاسی کرتا ہے
اور میرا سینہ اسی کی بے لوث محبت سے معمور ہے
میں نے اپنے ہونٹوں پر روز و شب اسی کے بوسے محسوس کیے ہیں۔

میری ناپائیدار ہستی بار بار اس حقیقت کی گواہی دیتی ہے
کہ شاعر کا آلائشوں سے پاک کلام
دو پاک روحوں کی لافانی محبت کی دین ہے!

(زلیخا نامہ)

۱۹۴۔ زلیخا: آئینۂ سکندری میں کیا نظر آتا تھا؟
چند مغلوب و محکوم اقوام جنھیں ان کی خواہشات کے برعکس پابہ زنجیر رکھا گیا تھا۔
وہ بے آسرا لوگ شب و روز اس کے زیر عتاب رہتے تھے
(اور ان کی حالت چوپایوں سے بدتر تھی)
میرے محبوب! کان کھول کر سنو! دوسروں کی باتیں چھوڑو
میری بات کرو اور اپنے نغمے صرف میرے لئے وقف کرو
میں تمھاری آنکھوں کے سامنے زندہ و تابندہ ہوں
مجھے تم سے شدید محبت ہے۔
تمہارے لئے بس اس قدر یاد رکھنا ہی کافی و شافی ہے
اگر تمھیں یاد ہو تو یہ تم ہی تھے جس نے مجھے اپنے دم محبت
میں گرفتار کیا۔
(محبت کو اپنے منطقی انجام تک پہنچانا اب تمھارا ہی فریضہ ہے)

۱۹۵۔ آب و گل کی یہ دنیا واقعی خوبصورت ہے
لیکن شاعر کی دنیا اپنی نظیر آپ ہے
اس کے دن رات' اس کے گوناگوں رنگ
اس کے آفتاب و مہتاب' اس کی چمک دمک
سب بے مثال ہے!
آب و گل کی دنیا کا ایک روز ختم ہونا مقدر ہے
میں آئنۂ عشق میں پس آئنہ یہ تماشا
شب و روز دیکھ رہا ہوں

(زلیخا نامہ)

۱۹۶۔ حمد باری تعالیٰ

چاہے تو لاکھ رنگوں میں اپنے آپ کو چھپا لے

اے بے پایاں محبت کرنے والے (الودود) میں ہر رنگ میں تجھے جانتا پہچانتا ہوں

چاہے تو کیسے ہی طلسماتی پردوں میں اپنے آپ کو ڈھانپ لے

اے ہر جگہ حاضر و ناظر ہستی (الشہید) میں ہمہ وقت تجھے جانتا پہچانتا ہوں

سرو کے خالص ترین اور شباب سے بھرپور اشجار میں

اے تمام مخلوقات کی صورت گری کرنے والے (المصور) میں تجھے جانتا پہچانتا ہوں

دریا کی شفاف اور ستھری لہروں میں

اے بے انتہا لطف و کرم کی حامل ہستی (اللطیف) میں ہمہ وقت تجھے جانتا پہچانتا ہوں

اور اس وقت جب فوارہ اپنی دلآویز پھوار فضا میں بھیجنے میں لگا رہتا ہے

اے سب سے بڑھ کر خود کفیل اور بے پرواہ ہستی (الغنی) میں تجھے جانتا پہچانتا ہوں

اور جب بادل باہم مل کر نئے نئے روپ دھارتے ہیں

اے بے حساب شان و شوکت اور قدرت والی ہستی (المقتدر) میں تجھے جانتا

پہچانتا ہوں

اور مرغزار میں گل کاری سے مزین پردہ نما قالین پر منقش
اے سرتاپا نور اور نور بخشنے والی ہستی (النور) میں تجھے جانتا پہچانتا ہوں

اور جب ہر طرف پھیل کر چھا جانے والا ان گنت بازوؤں والا آئیوی☆ اپنا جملہ بنانے میں مصروف ہوتا ہے۔ اے حاکم کل کائنات (المَلِک) میں اس وقت تجھے دیکھتا اور جانتا ہوں

جب پہاڑی پر سپیدۂ سحر نمودار ہوتا ہے
اے سب کو روزی اور توانائی بخشنے والی ہستی (المقیت) میں اس وقت تجھے سلام عقیدت پیش کرتا ہوں

اور جب میرے سر کے اوپر صاف و شفاف افلاک قوس کی طرح چھا جاتے ہیں
اے دلوں کو تسکین بخشنے والی مشفق و مہربان ہستی (الرّؤف) میں اس وقت تجھے اپنی سانسوں میں محسوس کرتا ہوں۔

میں نے زندگی میں ظاہری اور باطنی طور پر جو کچھ حاصل کیا ہے اے سب کو صحیح راہ پر چلانے والی ہستی الرّشید یہ سب کچھ میں نے تجھ سے سیکھا ہے
میں تیرے سو اسماء الحسنیٰ کی دل سے تصدیق کرتا ہوں اور تیرے ہر نام کے ساتھ
تیری عطا کردہ بے پایاں صفات سے متصف اپنی زلیخا کو بھی پیش نظر رکھتا ہوں!

---☆---

۱۹۷۔ ساقی نامہ

مے خانہ میں حاضری دینے کا مجھے بھی کچھ تجربہ ہے۔
وہاں اوروں کی طرح میری بھی پذیرائی ہوئی۔
قسم قسم کے لوگ ہر طرف موجود تھے
بھانت بھانت کی بولیاں بولی جارہی تھیں۔
لوگ باگ گپ شپ میں مگن تھے۔
اور چلاّ چلاّ کر بات کر رہے تھے۔
کسی کو دن بھر کے منافع کی خوشی تھی کسی کو گھاٹے کا غم۔
میں ایک کونے میں بیٹھا ہر ایک کا جائزہ لے رہا تھا۔
بظاہر مجھے کوئی دکھ بھی نہ تھا پھر بھی مجھے رہ رہ کر ایک ہی خیال ستا رہا تھا:
''کیا اسے بھی مجھ سے محبت ہے؟'' ''اور اگر ہے تو کس قدر؟''
مجھے اس حقیقت کا اب تک کوئی علم نہیں
مگر جو کچھ میں جانتا ہوں وہ یہ ہے کہ وہ مجھے جان و دل سے عزیز ہے!
میری تمام تر محبت اسی کے لیے وقف ہے۔
میں اس کا زر خرید غلام ہوں۔
میرا جذبہء محبت نا قابلِ بیان ہے۔
میں پھر اقرار کرتا ہوں کہ میں اس دلربا کو دل و جان سے چاہتا ہوں!

(ساقی نامہ)

۱۹۸۔ میں اس وقت مے خانے میں تنہا بیٹھا ہوں۔
جام و مینا میرے آگے ہے۔
بھلا اس سے بہتر اور کونسا گوشہء عافیت ہوگا!
یہاں نہ محتسب کا خوف ہے نہ واعظ کی فکر۔
میرے اردگرد میرے اپنے ہی خیالات نے حِصار بنا رکھا ہے
اور میں ایک نامعلوم مسرت کا اسیر ہوں!

۱۹۹۔ اس گرہ کٹ اور چوٗ رموٗ لے کے کیا کہنے!
وہ اپنے فن میں اس قدر یکتا ہے
کہ بحالتِ مدہوشی بھی اُسے کھوٹے کھرے کی پہچان ہے
اور وہ اِس عالم میں بھی ہاتھ کی صفائی سے باز نہیں آتا!

۲۰۰۔ کیا قرآن ایک ابدی پیغام ہے؟
آخر میں کون ہوتا ہوں اسے چیلنج کرنے والا؟
کیا قرآن مخلوق ہے!
مجھے اس بات کا کوئی علم نہیں!
کیا قرآن الہامی کتب کی سردار ہے؟
ہر سچے مسلمان کی طرح میرا بھی یہی عقیدہ ہے۔

رہی اس شرابِ ناب کی بات۔
اس کا ہمارا جنم جنم کا ساتھ ہے۔
اور اگر کوئی یہ کہے کہ اس کی تیاری میں فرشتوں کا ہاتھ ہے
تو اسے شاعرانہ یاوہ گوئی نہ سمجھنا!
میخوار جب اپنی دھن میں مست نظر آئے
تو سمجھ لو کہ اس وقت اُس کا تصور عرشِ بریں پر ہے!

(ساقی نامہ)

۲۰۱۔ ہم سب کو یک گونہ بیخودی عزیز ہے۔
بدمست جوانی تو کسی مے کی محتاج نہیں
البتہ اگر بڑھاپا عُمر رفتہ کو آواز دینا چاہے
تو پھر شراب کے بغیر کوئی اور سہارا نہیں۔
زندگی اپنے دکھوں کا خود ہی مداوا کرتی رہے گی
اور شراب ناب اس کام میں معاون ثابت ہوگی!

۲۰۲۔ ☆☆ اب مزید سوال و جواب کی قطعاً گنجائش نہیں۔
یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ شراب ایک نامراد شے ہے۔
ہاں اگر بحالتِ مجبوری تم کبھی شراب پیو
تو ایک بات کا ضرور خیال رکھنا۔
جب بھی پیو شرابِ ناب پیو۔
سستی شراب پیو گے تو تم دُگنے گناہ کے مرتکب ہوگے۔
ایک گناہ تو شراب پینے کا ہوگا۔
اور دوسرا گناہِ بے لذّت کا!

۲۰۳۔ جب تک ہم عقل و خرد کے غلام ہوتے ہیں
ہم راغب تو بدی کی طرف ہوتے ہیں مگر اسے نیکی سمجھ کر
اپنے آپ کو مسلسل فریب میں مبتلا رکھتے ہیں۔
جونہی شراب ناب کے دو گھونٹ حلق سے نیچے اترتے ہیں
اردگرد کی تمام اشیاء ہمیں اصل روپ میں نظر آنی شروع ہو جاتی ہیں۔
مگر اس کا کیا تدارک کیا جائے کہ پھر جام کو ہاتھ سے الگ کرنے کی نوبت نہیں آتی۔
حافظِ محترم! آپ بھی تو کچھ رہنمائی کیجئے! (ساقی نامہ)

☆☆ زراہِ میکدہ یاراں عناں بگر دانید چرا کہ حافظ ازیں راہ رفت و مفلس شد
(حافظ شیرازی)

۲۰۴۔ میری مخلصانہ رائے یہ ہے کہ بلا نوشی کے بغیر عشقِ صادق محال ہے۔
اور اگر تم عشق و محبت میں دو جہاں داؤ پر لگانے کے قائل نہیں
تو تمہیں مے خانہ میں بیٹھنے کا کوئی حق نہیں!
بہتر یہ ہے کہ تم شراب نوشی ترک کر دو۔

---☆---
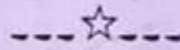
۲۰۵۔ زلیخا: میری سمجھ سے یہ بالا ہے کہ تم اتنے بے مروت کیوں ہو؟
حاتم: انسانی جسم کیا ہے؟ ایک زندان!
یوں جان لو کہ روح اس میں مقید ہے۔
وہ چاہے بھی تو اس سے باہر نہیں نکل سکتی۔
وہ کسی اور کے ارادے کی پابند ہے!

اور پھر روح بے چاری تو دوگونہ عذاب میں مبتلا ہے۔
اسی لئے اس کا رویہ ہم سے اجنبیوں جیسا ہے۔
سچ تو یہ ہے کہ اگر جسم زندان ہے تو پھر وہ خود قید کی سزا بھگتے۔
روح کو تو بہر حال مطمئن اور پُر سکون ہونا چاہئے
اور اپنے حواس درست رکھنے چاہئیں

تم مہر بند شراب اور بوتل کی مثال لے لو۔
شراب، بوتل سے باہر آنے کو ہر دم بے تاب رہتی ہے
اور بالآخر ایک روز تنگ آ کر بوتل کو ریزہ ریزہ کر دیتی ہے!

(ساقی نامہ)

۲۰۶۔ آبدار سے: جلد باز انسان! شرابِ ناب کی حرمت کو جان

اور جام و مینا کو احترام سے میرے آگے رکھ۔

شراب پینے پلانے کے بھی کچھ آداب ہوتے ہیں۔

ناسمجھ اور نامحرم کے ہاتھ میں ساغر و مینا

اپنی وقعت کھو دیتے ہیں!

۲۰۷۔ مُغ بچہ سے: اے نازک اندام اور طرح دار لڑکے اندر آؤ!

میخانہ میں آنے سے تمہیں کون سی چیز روک رہی ہے؟

مجھے ان جاہل اور گنوار آبداروں کے ہاتھ سے

جام لینے میں وحشت ہوتی ہے۔

میری خدمت آئندہ تم سرانجام دو گے

تو یہ شرابِ ناب دو آتشہ ہو گی!

(ساقی نامہ)

۲۰۸۔ مغ بچہ کیا کہتا ہے؟

اے طرحدار کم سن دختر! ہٹ جا اور مجھے صاحب عالیجاہ کی خدمت کرنے دے۔
تو اپنی رنگ برنگی انگشتریوں کا جادو کہیں اور دکھا
جب عالی مرتبہ میری خدمت سے محظوظ ہونگے تو وہ میری پیشانی پر اپنا بوسہ ثبت کریں گے!
میں اس پیشگوئی میں حق بجانب ہوں گا کہ تیری اوچھی حرکتوں سے
عالی جاہ کبھی بھی خوش نہیں ہونگے .... چاہے تم بوس و کنار سے
انہیں کیسے ہی رجھانے کی کوشش کرو!

اب ناز نخرہ دکھا کر تم یہاں سے چوروں کی طرح کھسک رہی ہو
کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ اس طرح تم اپنے مذموم ارادوں میں
کامیاب ہو جاؤ گی؟
ایسا ہرگز ہرگز نہیں ہوگا اور صبحدم اگر تم اس مقام سے گزرو
تو تم مجھے ہی اس درِ دولت پر خوابیدہ پاؤ گی!

(ساقی نامہ)

۲۰۹۔ انہوں نے ہم پر بادہ نوشی کی تہمت لگائی ہے
لیکن ۔۔۔کوئی بھی اس بادہ نوشی کی تفصیل نہیں جانتا
کیونکہ شراب پیتے رہنے کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے
کہ پو پھٹنے تک بادہ نوش بے حال ہو جائے
مگر ہمارا حال تو سب دنیا سے مختلف ہے
کیا ہمیں بھی کسی نے صبحدم دنیا و مافیہا سے غافل دیکھا ہے؟

محبت بھی ایک قسم کا نشہ ہے
یہ انسان کے جسم کی کھال کھینچ کر رکھ دیتی ہے
صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک
دل و جان میں ایک ہنگامہ سا بپا رہتا ہے
اور نتیجہ کے طور پر دل سے جاں فزا نغموں کا چشمہ سا
جاری ہو جاتا ہے جو تمام ماحول کو اپنی سنجیدہ
اثر آفرینی سے خنک اور خوشگوار بنا دیتا ہے
جس میں مے نوشی کی ہاؤ ہو کی کیفیت کی کوئی گنجائش نہیں!
میری زندگی اسی محبت ۔ اسی نغمہ نوازی اور اسی بادہ نوشی
سے عبارت ہے۔
میرے شب و روز ایک ایسی ملکوتی بادہ نوشی کے قائل
ہیں جو انسان کو پر مسرت اور حیات آفریں نغموں پر اکسائے!

(ساقی نامہ)

۲۱۰۔ شفق کے افق پر نمودار ہوتے ہی

مے خانہ میں ہنگامہ برپا ہو جاتا ہے جیسے آگ لگی ہو
اس بدنظمی میں میرا میزبان' مے خانہ کی آبدار لڑکیاں'
لوگ باگ' جلتی مشعلیں اور ایک طوفان بدتمیزی
سب شامل ہوتے ہیں

پھر ڈھول بجنا شروع ہو جاتا ہے
نفیریوں کی چیخ وپکار سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی
ہر لمحہ بدنظمی اور شور وغوغا کا شکار رہتا ہے
ایسے میں 'میں بھی کوشش کرتا ہوں کہ اس ساعتِ ہاوہو
میں موجود رہوں کیونکہ میں بھی محبت کا مارا اور
زندگی کی حرارت سے معمور ہوں!
پر وہ لوگ کہتے ہیں کہ میں اب تک اخلاق سے عاری ہوں
مجھ میں اصلاح کی قطعاً گنجائش نہیں
ہر موجود شخص مجھے ہی مجرم اور خطا کار ٹھہراتا ہے
لیکن میں بھی کچی گولیاں نہیں کھیلا
میں بھی فہم ودانش سے کلیتاً عاری نہیں
میں اِس لے دے میں ہمیشہ منبر ومحراب کے
تنازعوں سے دور رہتا ہوں!

(ساقی نامہ)

۲۱۱۔ مغ بچہ: حضور! مے کدہ میں آپ آئے بھی تو اس قدر تاخیر سے
اور اپنے اطاق سے برآمد ہوئے تو وہ بھی اس عجیب وغریب ہیئت میں
اسے تو فارس والے ''بید ماغ بودن'' کہتے ہیں
اور جرمن ''کات سن یامر*'' یا انتہا درجہ کی سرگرانی!

شاعر: برخوردار: مجھے کچھ دیر تنہا رہنے دو
اس وقت مجھے نہ گل وبلبل کی پرواہ ہے
نہ زاغ وراغ کی
دنیا کی کوئی طاقت مجھے مسرور نہیں رکھ سکتی!

مغ بچہ: حضور! میں آپ کی سرگرانی کا علاج جانتا ہوں
لیجئے تازہ باداموں کے چند دانے
اس سے جناب کی طبیعت بحال ہو جائے گی
اور آپ نئے سرے سے شرابِ ناب کا مزہ محسوس کرنا
شرع کر دیں گے۔
اس کے بعد نزدیک ہی چبوترے پر الگ تھلگ
میں آپ کی خدمت میں ''بادہء نشاط'' پیش کروں گا
جس سے آپ پر دوبارہ دلرباؤں سے دل لگی کی
کیفیت طاری ہو جائے گی اور یہی ''گل وبلبل'' کی دنیا
جو اس وقت آپ کو بدمزہ 'اور بے وقعت نظر آ رہی ہے
چہچہاتی گاتی اور گلاب کی خوشبو سے معطر محسوس ہو گی!

(ساقی نامہ)

☆ KATZENJAMMER

۲۱۲۔ جسے لوگ دنیا کہتے ہیں

سب دھوکا ہے سب مایا ہے۔
دنیانے مجھے فریب میں مبتلا کر کے سب سے پہلے میرا دین وایمان غارت کیا
اس کے بعد یقین اور امید کی باری آئی۔ سووہ بھی گئے۔
اب دنیا میرے عشق ومحبت کے درپے ہوئی ہے
تو میں جان بچا کر بھاگا۔
میری زندگی اور میری عزت وتوقیراب زلیخا اور ساقی ءدلبند کے ہاتھ ہے
یہ دونوں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر میری پاس داری کرر ہے ہیں
اور میں خاموش تماشائی بن کر دیکھ رہا ہوں
کہ ان دونوں میں سے کون زیادہ سودمند ثابت ہوگا!

جب سے میں زلیخا اور ساقی کی امان میں آیا ہوں
میرا عقیدہ مجھے واپس مل گیا ہے
اور میں اسی غارتِ ایمان دنیا کو
پُرامید نگاہوں سے دیکھ رہا ہوں!

(ساقی نامہ)

۲۱۳۔ مغ بچہ

میں یہ دیکھ کر فرحت محسوس کرتا ہوں کہ تو نے کھانے سے خوب انصاف کیا
لیکن کھانے سے بھی زیادہ میں نے تجھے پیتے دیکھا
پر ایک چیز تو تم یکسر بھول گئے ہو
اور وہ ہے دُردِتہِ جام!

اس چیز کی طرف ذرا غور سے دیکھو ہم اسے راج ہنس کہتے ہیں
مہمان جب مکمل طور پر طالب سکون ہو تو اس کی طلب کرتا ہے
چنانچہ میں اب اپنے راج ہنس کو یہاں پیش کرتا ہوں
لہروں پر تیرتا ہوا 'پُر فشاں' مجسمہءِ حُسن!
مگر لوگ باگ تو اس راج ہنس کو جانتے ہیں
جس کے نغمے کے بعد اس کی موت واقع ہو!
شاعر ہرگز ہرگز اس نغمے کی پزیرائی نہیں کر سکتا
جس کا انجام حسرت ناک ہو! اور جو تیری موت کی نشان دہی کرے!

(ساقی نامہ)

۲۱۴۔ مغ بچہ

ملک کے مشہور و معروف اور عظیم شاعر نے تجھے آواز دی۔
تو اس وقت کاروبار حیات میں مصروف بازار میں محوِ خرام تھا۔
تو جب کوئی حسین گیت لب پر لاتا ہے میں اس وقت ہمہ تن
گوش ہوتا ہوں
اور تیری خامشی بھی کسی نغمے سے کم نہیں
یہ بھی میرے کانوں کے لئے ویسے ہی راحت بخش ہے!

لیکن ان سب چیزوں سے بڑھ کر مسرت آمیز وہ لمحہ ہے
جب تو بوقت جدائی مجھے دیوانہ وار چومے
تجربہ سے یہ بات ثابت ہے کہ الفاظ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ
اپنا مفہوم کھو دیتے ہیں
مگر ایک بوسۂ شیریں نہاں خانۂ دل میں محفوظ رہتا ہے!

اچھے شعر کی افادیت اپنی جگہ مسلّم ہے
شعر پر شعر کہنا بھی فعل عبث نہیں۔
اچھا خیال بذاتِ خود قابل ستائش ہے
مگر شاعر اپنے گیت کسی اور کو جا کر سنائے
میرے لئے صرف اس کی رفاقت ہی کافی ہے!

(ساقی نامہ)

۲۱۵ شاعر: لڑکے یہاں آؤ۔ ایک جام اور بھر دو!

مغ بچہ: جناب عالی! آپ بہت پی چکے ہیں
آپ پہلے ہی بلا نوش مشہور ہیں!

شاعر: کیا تو نے کبھی مجھے مدہوش دیکھا؟

مغ بچہ: نبیء کریمؐ کے نزدیک یہ سب کچھ ممنوع ہے۔

شاعر: جانِ من! نزدیک آ کر سنو۔ مجھے یقین ہے اس وقت کوئی اور نہیں سن رہا۔

مغ بچہ: جب آپ باتوں پر اتر آئے ہیں تو پھر مجھے کچھ اور پوچھنے کی ضرورت نہیں

شاعر: دیکھو! ہم عام مسلمانوں کو ہوش و حواس میں رہتے ہوئے
سرِ تسلیم خم کرنا چاہئے۔ وہ چاہتا ہے کہ اسے مذہبی جوش و خروش سے پکارا جائے۔

(ساقی نامہ)

۲۱۶۔ ساقی: عالی جاہ! جب آپ پینے میں مشغول ہوتے ہیں تو گویا آپ آگ سے
کھیل رہے ہوتے ہیں۔ آپ کو اس وقت اندازہ نہیں ہوتا کہ اس آگ
کے شعلے کس کس کو لپیٹ میں لے لیں!

میں نے کونوں کھدروں میں بیٹھے۔۔۔ بار بار اہبوں کو دیکھا ہے کہ جب آپ
اس میز پر دستک دیتے ہیں وہ شرم کے مارے اپنے چہرے پردوں
میں چھپا لیتے ہیں۔ انہیں آپ کی کھری مگر کڑوی کسیلی باتیں
سننے کا یارا نہیں!
کوئی مجھے یہ بات سمجھائے کہ جوانی جو غلطیوں سے مبرا نہیں اور نیکیوں میں
ابھی پختہ نہیں 'بڑھاپے سے کیونکر بڑھ کر عقلمند ہے؟
جو کچھ تو زمین و آسمان اور سمندر کے متعلق جانتا ہے
اسے برملا کہہ اور اسے اپنے سینے میں دفن کرنے سے باز رہ!
حاتم: میرے چہیتے اور میرے لاڈلے! تو سدا جوان رہے اور سدا عقلمند۔ شاعری بھی
عطیہ خداوندی ہے۔ یہ اوپر والے کی دین ہے مگر روئے زمین پر!
شاعر کے بولنے پر بے شک قدغن ہو مگر شاعری معاشرے میں اپنا کام جاری رکھے!
(ساقی نامہ)

۲۱۷۔ گرما کی ایک رات

شاعر: سورج غروب ہو چکا ہے پھر بھی مغرب میں اب بھی گویا آگ سی
لگی ہوئی ہے دیکھئے یہ خوبصورت دلربا منظر کب تک جاری رہتا ہے۔

مغ بچہ: اگر آپ پسند کریں، مالک، تو میں یہاں خیموں کے پاس
باہر انتظار کرتا ہوں۔ جوں ہی شام کی لالی ختم ہوتی ہے
میں حضور کو اطلاع کر دوں گا۔
مجھے معلوم ہے کہ حضور کو یہ نظارہ بے حد مرغوب ہے
جب وہ ایک دوسرے کی تعریف میں مگن رہتی ہیں
وہی نیلے میں ملبوس شعلہ فشاں ہستیاں!

ان میں جو سب سے زیادہ روشن اور تابدار ہے
اس کا کہنا ہے: ''اس وقت تو موقع ومحل کے مطابق
میں ہی سب سے زیادہ تابناک اور درخشاں ہوں
اگر اللہ تعالیٰ کا کرم شامل ہوا اور تمہاری زندگی نے بھی
کچھ طول پکڑا تو ممکن ہے تم بھی ایک روز میری طرح
یونہی چمکو!''
اللہ رب العزت بے مثال چیزوں کا خالق
بڑا مشفق و مہربان ہے
اسی کے فضل سے سب پرندے اپنے چھوٹے بڑے آشیانوں
میں محوِ خواب ہیں۔
ممکن ہے ایک آدھ پرندہ ایسا بھی ہو جو سرد کی کسی اونچی

شاخ پر براجمان ہو اور ہوا کا ہلکا سا جھونکا اسے
شبنم کے پڑنے تک جھولا جھلاتا رہے!
یہ باتیں میں نے آپ سے ہی سیکھی ہیں یا ان سے کچھ ملتی جلتی باتیں۔
جو کچھ میرے کان نے آپ سے سن رکھا ہے آسان نہیں
کہ وہ باتیں میرے دل اور دماغ سے آسانی سے اتریں۔
میں آں جناب کی خاطر ایک اونچے چبوترے پر اُلو کی طرح اپنا مورچہ
سنبھالتا ہوں
جونہی شمال کے جڑواں جھرمٹ کو میں بدلتے دائرے میں ملاحظہ کرلونگا
میں حضور کو اطلاع کردونگا۔
یہی نصف شب کا عمل ہوگا اور یہی آپ کے لطف اندوز ہونے کا لمحہ
جب آپ مجھ سے مل کر' کارخانہ ،قدرت کی طرف متوجہ' ہونگے
اور فطرت اپنی پوری رعنائیوں کے ساتھ چشم بینا کے سامنے جلوہ گر ہوگی!

شاعر: یہ سچ ہے کہ اس باغ کی خوشبودار فضا میں بلبل شب بھر نالہ وشیون میں مصروف ہوگی
مگر ان نالوں کو سننے کے لئے بھی بڑے حوصلے کی ضرورت ہے
معلوم نہیں تم پو پھٹے تک جاگ بھی سکو گے یا نہیں؟

اس وقت سحر کی دیوی ''آرورا'' ☆
سنہرے سیبوں والے باغ کے مالک ''ہیس پے رُس'' کے لئے
شعلہ بداماں ہے۔ وہ بانپتی کانپتی' پھولوں سے
لدے مرغزاروں' کے طول طویل فاصلے طے کرکے' چلی آرہی ہے۔

☆ Aurora

اس کی چمک دمک کہیں زیادہ ہے کہیں کم۔
شب کی تاریکی پر اس نے غلبہ پالیا ہے۔

وہ دیوانہ وار، سینے میں چند موہوم امیدیں لیے، گلاب کی سی
سبک رفتاری سے، اپنے محبوب کے تعاقب میں مگن ہے
مگر اس کا محبوب دور، آفتاب کے ساتھ فرار کی کوشش میں ہے۔

ہمارے پیارے فرزند دلگیر! جاؤ اور اپنی داخلی دنیا میں کھو جاؤ
کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری ساری خوبصورتی ''ہیس ☆ پے رُس''
کی طرح تمہارے لیے بھی عذابِ جاں نہ بن جائے!

---☆---

☆ Hesperus

مُغ بچہ: حضور! میرے حوصلے اور میرے صبر و قرار
کو آپ اس قدر بھی اہمیت نہ دیجئے
میں جناب کا ممنون احسان ہوں کہ آپ
اس قدر شفقت اور محبت کا مظاہرہ کر رہے ہیں!

حاتم: برخوردار! اب تم میٹھی نیند سوؤ گے اور تم اس کے حقدار بھی ہو
بھلا یہ کیا کم ہے کہ تو نے اب تک مجھے مئے ناب سے نوازا
مجھے اپنے دوست و احباب اور ناصحانِ مشفق سے دور رکھا
معلوم ہوتا ہے تیری جوانی بڑھاپے کے رنگ ڈھنگ سے خوب آشنا ہوگئی ہے
اس وقت تمہارے جسم اور تمہارے اعصاب کو بھی
آرام کی ضرورت ہے!
تم میری فکر سے آزاد قدرے آرام کرو
میں اپنا پیالہ پھر سنبھالتا ہوں
میں اس وقت بھی مکمل طور پر اپنے ہوش و حواس میں ہوں
اور صبح تک یونہی رہنے کی توقع ہے۔
تا کہ صبحدم جب تر و تازہ ہو کر تم میرے سامنے آؤ
تو میں تیرے رخِ تاباں کو پہچان سکوں!

(ساقی نامہ)

۲۱۸۔ یقینِ معجزہ!(Wunderglaube)

میرے ہاتھ سے ایک مرتبہ ایک خوشنما پیالہ ٹوٹ گیا۔
میں نے عالمِ مایوسی میں اپنے آپ کو کوسا
کہ میں کس قدر بدذوق اور جلدباز واقع ہوا ہوں۔
مجھ میں ذرہ بھر تحمل مزاجی نہیں
جب غصہ کچھ فرو ہوا تو میں بے اختیار رو دیا
اور میں نے شکستہ پیالے کے ٹکڑے جمع کرنا شروع کیے۔
شاید قدرت کو میرے حال پر رحم آیا
اور اس نے دیکھتے ہی دیکھتے اس خوشنما پیالے کو یوں جوڑا
گویا وہ میرے ہاتھ سے گرا ہی نہ تھا!

(مثل نامہ)

۲۱۹۔ قرآن کریم کے نسخے میں پرِ طاؤس

ایک دفعہ میرے ساتھ ایک عجیب وغریب واقعہ پیش آیا
جس نے مجھے بیک وقت مسرت واستعجاب سے دوچار کر دیا
بات سیدھی سادی اور دل پذیر تھی
میں نے قرآن کریم کے ایک نسخے میں مور کا ایک خوشنما پَر دیکھا!
اس پَر کا ایک متبرک جگہ پر موجود ہونا اس بات کی دلیل تھی
کہ اللہ نے اسے کس قدر شرف و عزّت سے نوازا۔
اگر انسان عالمِ موجودات پر غور کرے تو اسے
پرِ کاہ میں بھی اللہ رب العزّت کی کبریائی نظر آئے گی
جس نے پرِ طاؤس کو یہ شرف وقبولیت عطا کی۔
بادشاہانِ وقت نے پرِ طاؤس کی نقل میں عمریں بتا دیں
مگر وہ اس کے حسن کے راز کو نہ پا سکے!

ہمیں چاہئے کہ ہم جب شہرت کے تخت پر متمکن ہوں
تو میانہ روی ہمارا شعار ہو اور فقر ہمارا شیوہ
تب ہی یہ دنیا، صحیح معنوں میں جنت کا نمونہ ہو گی!

(مثل نامہ)

۲۲۰۔ ایک تمثیل

ایک تھا بادشاہ
اس کے تھے دو مشیر
ایک کا کام تھا حکومت کے لیے مال اکٹھا کرنا
دوسرے کے ذمے تھا مستحق افراد میں دولت بانٹنا
بانٹنے والے نے اتنی دولت بانٹ دی
کہ لوگوں سے پیسہ وصول کرنے والا پریشان ہو گیا
کیونکہ اب اسے مال دینے والا کوئی نہ رہا
اس دوران دولت بانٹنے والے سخی کی موت واقع ہو گئی
بادشاہ سخت پریشان ہو گیا کہ اب کیا کرے؟
وہ اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ اسے پتہ لگا
کہ جو لوگ بھکاری اور ضرورت مند بن کر حکومت سے مال لیتے رہے
تمام دولت تو ان کے پاس جمع ہے
اور وہ اس خزانہ پر سانپ بن کر بیٹھے ہیں
تبھی تو شاہی خزانے میں پیسہ وصول کرنے والے کے پاس کچھ نہیں رہا!
بادشاہ سلامت نے اس واقعہ سے یہی سبق سیکھا
کہ روپیہ بانٹنے والے مشیر کی اسامی کو آئندہ خالی رکھا جائے

۲۲۱۔ تمثیلِ دوم

ایک نئی نویلی کڑھائی نے کیتلی سے کہا:
''تیرا جسم تو کالا سیاہ ہے
تجھے دیکھ کر تو ہنسی ضبط کرنا مشکل ہے''

کیتلی نے جواب دیا:
''میں ایک کارآمد برتن ہوں اور یہ سب کچھ کثرتِ استعمال کا نتیجہ ہے۔
تجھے ابھی اس گھر میں آئے
چند ہی روز گزرے ہیں۔
کچھ عرصہ بعد تو بھی ذرا آئینہ دیکھنا
تیرا پینڈا مجھ سے بھی زیادہ بدنما اور بھدّا ہوگا!

(مثل نامہ)

---☆---

۲۲۲۔ مکافاتِ عمل

انسانی حیات مکڑی ☆ کے بُنے ایک خوبصورت مگر کمزور ترین جالے کی سی ہے
جسے اولادِ آدم بہترین تار سے بُن کر خوش ہوتی اور
شان و شوکت سے اندر بیٹھ جاتی ہے
اور اپنے تیز پنجے لیے اپنے آپ کو محفوظ سمجھتی ہے
مگر جونہی مکافاتِ عمل شروع ہوتا ہے
جھاڑو پھیرنے والا نیا جھاڑو لے کر جھاڑ جھنکاڑ کی صفائی میں لگ جاتا ہے
تب مکافاتِ عمل سے غافل شاہانہ مسند پر متمکن لوگ
چیخ و پکار شروع کر دیتے ہیں
لیکن قانونِ قدرت کا آہنی پنجہ ان کے خوبصورت ترین محل کو
آنِ واحد میں مٹی کا ڈھیر بنا دیتا ہے!

(مثل نامہ)

☆ مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنكَبُوتِ
اتَّخَذَتْ بَيْتًا ۖ وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنكَبُوتِ ۖ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝
(جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کارساز مقرر کر رکھے ہیں ان کی مثال مکڑی کی سی ہے کہ وہ
بھی ایک گھر بنا لیتی ہے حالانکہ تمام گھروں سے زیادہ بودا گھر مکڑی کا گھر ہی ہے۔
کاش! وہ جان لیتے (۲۹۔۴۱ سورۃ العنکبوت)

۲۲۳۔ حضرت عیسیٰ اللہ رب العزت کی طرف سے صحیح ناقابل تردید صحیفہ لائے

انہوں نے اپنے پیرو کاروں کے سامنے دن رات اس کا ورد کیا

ظاہر ہے کہ کلام اللہ میں بے حد تاثیر ہے (اس سے ان کے پیروکار لازمی طور پر متاثر ہوئے)

اس کے بعد حضرت عیسیٰ واپس تشریف لے گئے

پیروکاروں نے ان کی موجودگی میں کلام اللہ سے اپنی وابستگی کا اظہار کیا تھا۔

چنانچہ (ان کے جانے کے بعد) ہر ایک نے اسے ذرا ذرا کر کے لکھا

اور اپنی سمجھ کے مطابق اسے محفوظ کیا

یوں کلام اللہ متنوع ہو گیا۔

دیکھا جائے تو اس بات کی زیادہ اہمیت نہیں

کیونکہ عیسیٰ کے پیروکار سب کے سب

ایک جیسی اہلیت کے حامل نہ تھے

مگر (اس کا کیا کیا جائے کہ) یہ نام لیوا اسے تاقیامت اپنے اپنے مخصوص انداز میں پیش کرنے پر مصر ہوں گے!

(مثل نامہ)

۲۲۴۔ بہتر یہ ہوگا!

ایک روز بقعہ نور جنت الفردوس میں
جب آدم علیہ السلام نیند سے بیدار ہوئے
تو انہوں نے اپنے پہلو میں حضرت حوا کو محوِ خواب پایا
اللہ رب العزت کو بنی نوع انسان کے یوں جوڑے بنانے منظور ہوئے
اور آدم علیہ السلام نے مرد وزن کی اس باہمی رفاقت پر خوشی کا اظہار کیا
اللہ نے ان دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے سے جدا نہ ہونے کی خواہش پیدا کی
(اور یوں باہمی محبت کا یہ جذبہ زمین پر رائج ہوا)
میری محبوبہ! جب سے ہم دونوں کی آنکھیں چار ہوئی ہیں
ہم پر گویا سحر کی کیفیت طاری ہے
اور ہم اسی ازلی خواہش کے تابع' ایک ساتھ رہنے پر مجبور ہیں
تاہم اگر ہم میں سے کسی ایک کا بلاوا آ جائے
تو بہتر یہ ہوگا کہ ہم ہمیشہ بانہوں میں بانہیں ڈالے' یکجان ہو کر
اپنے خالق کے حضور پیش ہوں
اور ہماری ایک دوسرے سے جدا نہ ہونے کی ازلی خواہش پوری ہو!

(مثل نامہ)

۲۲۵۔ عہد نامہ فارسِ قدیم

بھائیو! ایک نادار مگر نیک انسان تم نوجوانوں کے لئے جنھوں نے اس کی باتیں صبر و تحمل سے سنیں اور دم آخر تک اس کا احترام کرتے رہے بوقت رخصتی کیا نصیحت کر کے جائے؟

تم لوگوں نے اکثر بادشاہ وقت کو لعل و جواہر سے لدا گھوڑے پر سوار اپنے خوشامدی درباریوں میں گھرا دیکھا ہوگا۔ کیا اس وقت تم رشک و حسد کے شکار ہوئے یا تم میں سے کچھ ایسے بھی تھے کہ جب سورج اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ مشرق سے طلوع ہوا تو انہیں فرمانروائے وقت کو دیکھنے کے بجائے طلوع آفتاب کے دل کش منظر سے زیادہ فرحت
محسوس ہوئی؟

میں نے طلوع آفتاب کا روح پرور منظر ہزار بار دیکھا ہے اور میرا دل اس سے تا دم آخر نہیں بھرا۔ اس منظر کو دیکھ کر مجھے خالق کائنات کی یاد آئی جو آسمانوں پر مقیم ہر طرح کی حیات کا پروردگار ہے! سورج کے مکمل طور پر طلوع ہونے پر میری آنکھیں اکثر چندھیا جاتیں اور میں پھر نابیناؤں کی طرح کاروبار حیات میں مگن ہو جاتا!
ایک بینا اور ہوشمند انسان کے لیے سورج کا روز کا یہ معمول کسی آسمانی وحی سے کم نہیں!

تم لوگوں کو میری وصیت ہے کہ جب کسی کے ہاں بچے کی ولادت ہو تو اسے سورج کی روشنی دکھائی جائے تاکہ وہ صحت بخش کرنوں سے مستفید ہو اور اس کا ہر دن طلوع آفتاب سے نمو پائے!

تم اپنے مردوں کو زندوں کے سپرد کرو اور حیوانوں کو بھی زمین میں دفناؤ۔ تمہارے خیال میں بعض اشیاء ناپاک بھی ہوں گی۔ انہیں بھی خاک میں دفن کرو۔

جب کھیتی باڑی کرو تو صاف ستھرے طریقے سے اور جب ہل چلاؤ تو زمین میں خوب گہرا۔ تاکہ جب سورج اپنی حیات پرور شعاعیں ہر طرف بکھیرے تو کھیت اور تمہارے قطار در

قطار درخت خوب پھلیں پھولیں!

اپنی نہروں کا پانی ہمیشہ رواں دواں اور صاف شفاف رکھو جیسے پہاڑ کی بلند چوٹی پر برف۔ تمہارے آبشار بھی صاف ستھرے اور دلکش ہونے چاہئیں ان کے راستے کی ہر رکاوٹ دور کرو جب تم ہر جگہ صفائی ستھرائی کا یوں خیال رکھو گے تو پانی جو منبع حیات ہے خود بخود صاف اور ستھرا رہے گا۔ تم جلد محسوس کرنے لگو گے کہ تمہاری صفائی سے زندگی کے سارے دلدر دور ہو گئے ہیں اور تم اب فطرت کے زیادہ قریب ہو!

آگ کی یہ خاصیت ہے کہ اس کے تند و تیز شعلے ہر آلائش کو صاف کر کے رکھ دیتے ہیں۔ آگ ہر جاندار شے کی ضرورت ہے۔ آگ کی روشنی تاریکی کی ضد ہے! جب تم آگ روشن کرنے کے لئے ایندھن کی تلاش کرو تو تم سمجھ لو کہ تم سورج کا نعم البدل تلاش کرنے میں لگے ہو!

قندیل کا روشن کرنا بھی ایسا ہی ہے جیسے آفتاب کی جلوہ گری۔ تم طلوع آفتاب کے وقت اپنے آپ کو فطرت سے زیادہ ہم آہنگ پاؤ گے!

آؤ! ہم دنیا کا ہر کام کاج ترک کر کے چڑھتے سورج کا استقبال کریں
اور یوں دائمی راحت سے فیض یاب ہوں! (پارسی نامہ)

---☆---

۲۲۶۔ جنت کا پیشگی مزہ

سچا مسلمان جب بہشت کا تذکرہ کرتا ہے
تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے یہ سب کچھ اس کی ذاتی دریافت ہو
وہ قرآن کریم کا یہ وعدہ اپنا جزوِ ایمان سمجھتا ہے جو کہتا ہے
کہ صحیح اور خالص عقیدے کی اگر کوئی یقینی بنیاد موجود ہے تو وہ یہیں ہے!
نبی کریمؐ جو یہ "سورتیں لے کر آئے" ہماری لغزشوں اور کوتاہیوں
سے بخوبی آگاہ ہیں اور باوجود بار بار کے خبردار کرنے اور ڈرانے کے
انہیں تجربہ ہے کہ کس طرح بعض دفعہ روئے زمین پر شک وشبہ
بندے کے عقیدے کو ڈگمگا دیتا ہے!

خداوند کریم اسی لیے جہان ابدآباد سے (ہماری دلجوئی کے لئے) ایک حسنِ مجسم بھیج دیتا ہے جو ذرہ بھر کوتاہی سے کام نہیں لیتا۔ وہ میرے اردگرد ایک خوبصورت جال بن کر اپنے شباب سے میرے تمام باطل عقائد کو درست کر دیتا ہے!

اس حسنِ مجسم کو میں بہ دل وجان قبول کرتا ہوں اور
اسے اپنے سینے سے لگاتا ہوں۔ اسی سے میرا کھویا ہوا اعتماد
بحال ہو جاتا ہے۔ اور مجھے مزید کسی علم کی ضرورت نہیں رہتی!
یوں بہشت کا برحق ہونا میرے لیے روزِ روشن کی طرح ثابت ہے
اور اس حسنِ مجسم کا قرب میرے لئے مشعلِ راہ ہے!

(خلد نامہ)

☆☆ ۲۲۷۔ "بہشت کا مژدہ پانے والے" (Berechtigte Maenner)

(شہدائے بدر)

(تاروں بھری رات غزوہ بدر کے خاتمے پر)

حضور ﷺ کی آواز:

(فرمایا حضورؐ نے)

"دشمن اسلام کافر کو اپنے ساتھیوں کی موت کا ماتم کرنے دو۔
مشرک اب وہاں پڑے ہیں جہاں سے کوئی واپس نہیں آیا۔"

جہاں تک اپنے بھائیوں کا معاملہ ہے
ان کی شہادت پر ماتم کرنے کی ضرورت نہیں
وہ اس وقت تاروں کے جہاں میں مقیم ہیں
سات فلک ان کے انتظار میں آغوش الفت وا کئے ہوئے ہیں
اور یہ اپنی بہترین ہیئت میں
جنت کے در پر خود اعتمادی سے دستک دے رہے ہیں۔
ان کے لئے وہاں جو کچھ موجود ہے وہ کبھی ان کے خواب و خیال میں بھی نہ تھا۔
میں ان تمام حالات کا بچشم خود مشاہدہ کر چکا ہوں۔
وہ معراج کا موقع تھا جب میں براق پر سوار تا حد نظر پھیلی
کائنات کے عجائبات[1] کے مشاہدے میں مگن تھا۔
ان عجائبات میں سے کئی راحت افزا سایہ فگن اشجار[2]
تہ در تہ ثمر ہائے خوش ذائقہ اور گلہائے رنگا رنگ کو ڈھانپے ہوئے ہیں۔

---

1 ذکر معراج شریف

2 سدرۃ المنتہٰی کی طرف اشارہ۔

مشرق سے جو دلنواز ہوا چلتی ہے حوروں کا ملکوتی نغمہ ان کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے
اور حوریں بھی ایسی روح پرور کہ ان کی ایک جھلک سے ہی تم مسحور ہو کر رہ جاؤ

وہ ہر آنے والے سے دریافت کرتی ہیں:
بھلا تو نے اس جہاں میں کون سا ایسا معرکہ سر کیا جو بہشت کے حقدار ٹھہرائے گئے؟
کیا تم نے بڑے بڑے منصوبے بنائے؟
ملک فتح کئے؟
جنگیں لڑیں؟
ویسے تو تمہارا یہاں تک پہنچنا ہی اس بات کی شہادت ہے کہ
تم کوئی بہت بڑا کارنامہ سرانجام دے کر یہاں آئے ہو۔
تاہم یہ تو بتاؤ کہ تم کیا کر کے آئے ہو؟
ہمیں تو یہی کچھ جاننے کا اشتیاق ہے
ہاں ایک چیز تو تمہارے رستے خون سے صاف عیاں ہے
بالکل ویسے ہی واضح جیسے کتبہ کی کوئی عبارت۔

تم شہادت کی ناقابل بیاں مسرت کا مزہ چکھ چکے ہو
بہر کیف وارفتگی کے وہ نایاب لمحات تو گزر چکے
اب تو تمہاری کہانی بیان کرنے کے لئے تمہارے زخم ہی کافی ہیں

بہشت کی ایک سے ایک حسین اور جواں سال حور
تمہیں تمہاری مخصوص نشست کی طرف لے جا رہی ہے راستے میں پُر پیچ رہداریاں ہیں
چمکدار آراستہ و پیراستہ ستون ہیں
اور پھر انگوری شراب کی پُر کیف ضیافت
خوش اطوار غلمان دست بستہ حاضر
مُجلّا و مطہر حوریں موجود
جس سمت بھی اپنی نگہ التفات دوڑاؤ
ہر ایک تمہاری رفاقت کے لئے ہمہ تن سرگرم
عظیم سے عظیم تر، تعریف و توصیف سے بالا حوریں
سنجیدہ و پُر وقار رشک سے پاک، صاف گو اور خوش بیان حوریں
ایک نشست سے دوسری نشست تک تمہاری رہنما حوریں
سب سے ملنے ملانے والی خوش اطوار و خوش کلام حوریں
آرام دہ اور پُر تکلف سائبانوں کے سائے میں راحتِ جاں حوریں
پھر بہشت کی آرزو میں انسان دنیاوی زندگی داؤ پر نہ لگائے تو اور کیا کرے؟
اچھا تو تم اس مامون فضا میں کچھ دیر ٹھہرو اور ستاؤ
مقدر میں جو کچھ تھا وہ تو تم نے پا لیا
اب جو کچھ یہاں ہے وہ دائمی ہے
حوروں کی جوانی بھی پائیدار ہے اور تمہارا اپنا شباب بھی
اب تم لذیذ بے نشہ شراب کا مزہ چکھو

☆☆ غزوہ بدر

"غزوات نبی ﷺ میں سے غزوہ بدر نہایت مشہور نہایت متبرک ہے اللہ تعالیٰ نے بطور احسان فرمایا ہے۔ "اللہ نے تو تمہاری مدد بدر میں بھی کی جبکہ تم بہت دبے ہوئے تھے" دوسرے مقام پر اسی غزوہ کو "یوم الفرقان" فرمایا۔

بدر کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ یہاں بدر بن مخلد بن النضر بن کنانہ آباد ہوا تھا۔ بعض کے نزدیک بدر بن حارث نے یہاں کنواں کھدوایا تھا۔

اسلام کی اس سب سے پہلی جنگ میں تین سو تیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شرکت فرمائی۔ یہ معرکہ بروز جمعہ ۱۷۔ رمضان المبارک ۲ ہجری میں پیش آیا۔

اہل اسلام اور اہل کفر کی اس اولین جنگ میں ۳۱۳ مسلمانوں نے ایک ہزار مسلح کافروں کا مقابلہ کیا اور اللہ کی نصرت سے انہیں کامیابی حاصل ہوئی۔ کفار ایسے بھاگ کھڑے ہوئے کہ انہوں نے اپنی فوج کے مردوں کا بھی کچھ انتظام نہ کیا۔ نبی کریم کی طبعاً عادت مبارک یہ تھی کہ جہاں کسی انسان کی لاش کو بلا تدفین دیکھ لیتے دفن کرنے کا حکم دیتے۔ بدر میں بھی حضورؐ نے ایسا ہی کیا۔ ۲۴ سرداران قریش کو ایک گڑھے میں الگ اور باقی کفار کو ایک گڑھے میں الگ زیر خاک کر دیا گیا۔ اس معرکہ میں کافروں کے ۷۰ آدمی ہلاک ہوئے تھے اور مسلمانوں کے صرف چودہ شخص۔

اس روز جنگ میں پہلا شہید ہونے والا مہجع رضی اللہ عنہ تھا۔ حضور نبی کریمؐ نے حضرت عمر فاروقؓ کے اس غلام کو "سید الشہدا" کا خطاب عطا فرمایا۔ جبرائیل علیہ السلام نبی ﷺ کی خدمت میں آئے پوچھا آپ اہل بدر کو مسلمانوں میں کیسا سمجھتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا: سب مسلمانوں سے افضل سمجھتا ہوں۔ جبرائیلؑ نے بتایا کہ فرشتوں میں سے جو فرشتے بدر میں حاضر ہوئے ان کا درجہ ملائکہ میں بھی ایسا ہی ہے۔

اللہ کے نام پر اپنی جان کی قربانی جن ۱۴ نفوسِ قدسیہ نے دی ان میں چھ مہاجرین تھے باقی انصار۔"

(اصحاب بدر از قاضی محمد سلیمان منصور پوری مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور) فروری ۲۰۰۰ء

☆☆☆ ۲۲۸۔ چار دانگ عالم میں انتخاب۔ خواتین!

(AUSERWAEHLTE FRAUEN)

جہاں تک خواتین کے بہشت میں داخلے کا تعلق ہے انہیں مایوس ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں۔
چار دانگ عالم میں انتخاب۔ چار خواتین۔ سے تو ہم بھی واقف ہیں جو یقیناً جنت میں ہونگی۔
اوّل۔ چندے آفتاب وچندے مہتاب۔ زلیخا۔ جس نے یوسف کی چاہت میں سب کچھ داؤ پر لگا دیا
وہ بہشت میں اہلِ جنت کے لیے راحتِ جاں ہوگی۔
اس کے بعد پاکباز و پاک باطن۔ متبرک ومقدس' عفت مآب بی بی مریم
جو گم کردہ راہوں کے لئے پیغامِ حیات لائیں مگر جنہوں نے اس بے وفا دنیا میں
خود رنج والم اور مایوسی کے عالم میں اپنے فرزند ارجمند کو مصلوب ہوتے دیکھا۔
پھر۔ حضور نبی کریمؐ کی رفیقہ، حیات۔ (خدیجۃ الکبرا)
جنہوں نے دامے درمے۔ سخنے قدمے' حضور کی اعانت کی اور ایک خدا کو اپنا معبود جانا۔
☆☆☆ حضور نبی کریم ﷺ بھی ان کی زندگی میں صرف ان ہی کے گرویدہ رہے۔
اور آخر میں حضرت فاطمۃ الزہراؓ۔ فرشتہ سیرت وفرشتہ خصلت' جگر گوشہ، رسول
اور (حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی) پیکرِ مہر ووفا شریک حیات!
دنیا میں ہم میں سے جس کسی نے خواتین کی عزت وتکریم کو اپنا شعار بنایا اور انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھا انہیں بہشت میں ان خواتین با کمال کا شرف دیدار نصیب ہوگا۔

(خلد نامہ)

--- ☆ ---

☆☆☆ غالباً اس حدیث رسولؐ سے استفادہ جس میں نبی کریمؐ نے فرمایا:
"تمہاری تقلید کے لئے تمام دنیا کی عورتوں میں مریمؑ خدیجہؓ فاطمہؓ اور آسیہؑ کافی ہیں۔"

ا ("اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال بیان فرمائی جبکہ اس نے دعا کی کہ اے میرے رب میرے لیے اپنے پاس سے جنت میں مکان بنا اور مجھے فرعون سے اور اس کے عمل سے بچا اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات نصیب کر")

(سورۃ تحریم آیت ۱۱)

☆☆☆ آنحضرت ﷺ نے ۲۵ سال کی عمر تک جو شباب کی امنگوں کے اصلی دن ہوتے ہیں محض تجرد میں گزارے۔ پھر اقرباء کے اصرار پر اور دوسری جانب کی درخواست پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے (جن کی عمر ڈھل چکی تھی اور دو مرتبہ بیوہ ہو چکی تھیں) آپ نے عقد کیا۔ ۵۳ سال کی عمر تک پورے سکون و طمانیت سے اسی پاکباز بیوی کے ساتھ زندگی بسر کی۔ یہ ہی زمانہ تھا کہ آپ ساری دنیا سے الگ غاروں اور پہاڑوں میں جا کر خدائے واحد کی عبادت کیا کرتے تھے اور یہ اللہ کی نیک بندی آپ کے لئے توشہ تیار کرتی تھی۔ حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد آپ نے اپنے سب سے بڑے جانثار و وفادار رفیق کی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہؓ سے عقد کیا۔

(تفسیر حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی)

---☆---

۲۲۹۔ ''جنت کے دروازے پر شاعر سے استفسار'' (EINLASS) داخلہ

کیا تم بھی مسلمانوں سے ملتی جلتی کوئی روح ہو؟
کیا تم نے بھی اللہ کی راہ میں جہاد کیا ہے؟
یا کوئی اور کمائی کر کے لائے ہو جس کے سبب تم اپنے آپ کو جنت کا حقدار ٹھہراتے ہو؟
تمہارے پاس جان نثاروں والی کوئی کہانی ہے یا ویسے ہی تم جنت کے متمنی ہو؟
آؤ آگے آؤ اور اپنے زخموں سے پردہ ہٹا کر تو دکھاؤ
اگر تمہارے زخموں نے تمہارے حق میں گواہی دے دی تو تمہیں بھی بہشت میں داخل کر دیا جائے گا

شاعر: اگر مجھ پر بھی نظر کرم ہو تو بغیر کسی حیل وحجت کے مجھے بھی جنت میں داخل کیا جا سکتا ہے میں نے بھی اپنی ساری زندگی مردانہ وار گزاری ہے۔
میرا زخموں سے فگار سینہ ہر ناظر کو حیران و پریشان کر دے گا۔
زندگی کی ناہمواریوں نے مجھے بھی کاری زخم عطا کیے ہیں
اور میری کامیاب وکامران محبت کی جنونی کیفیت ان سب پر مستزاد!

میں عمر بھر اپنی خوش اعتقادی کے گیت گاتا رہا
اور کہتا رہا کہ میرا محبوب وفا کیش اور میرا مزاج آشنا ہے
مجھے دنیا والوں سے کوئی گلہ نہیں
میں نے زندگی بھر تمہیں انسانیت کی تگ ودو کی ہے
زمانہ بھر کے جگر افروز عشاق میرے نام سے بخوبی واقف ہیں
از راہ کرم میری طرف اپنا دست فیض بڑھایئے
تا کہ میں بھی اپنے خالق و مالک کے لطف وکرم سے حیات جاوداں حاصل کر لوں!

(خلد نامہ)

حور و شاعر

(در جواب نظم گوئٹے موسوم بہ حور و شاعر)

حور

نہ بہ بادہ میل داری نہ بہ من نظر کشائی
عجب ایں کہ تو ندانی رہ و رسم آشنائی
ہمہ ساز جستجوئے ہمہ سوز آرزوئے
نفسے کہ می گدازی غزلے کہ می سرائی
بنوائے آفریدی چہ جہان دلکشائے
کہ ارم بچشم آید چو طلسمِ سیمیائی!

شاعر

دل رہ رواں فریبی بہ کلام نیش دارے
مگر ایں کہ لذت او نرسد بہ نوکِ خارے
چہ کنم کہ فطرتِ من بہ مقام در نسازد
دل ناصبور دارم چو صبا بہ لالہ زارے
چو نظر قرار گیرد بہ نگار خوبروئے
تپد آں زماں دل من پئے خوب تر نگارے
زشرر ستارہ جویم ز ستارہ آفتابے
سر منزلے ندارم کہ بمیرم از قرارے
چوز بادہء بہارے قدحے کشیدہ خیزم
غزلے دگر سرایم بہ ہوائے نو بہارے
طلبم نہایتِ آں کہ نہایتے ندارد
بہ نگاہ ناشکیبے بہ دل امید وارے
دلِ عاشقاں بمیرد بہ بہشت جاودانے
نہ نوائے دردمندے، نہ غمے، نہ غمگسارے

۲۳۰۔ صدائے بازگشت (Anklang)

(مکالمہ حور وشاعر۔ جس کے جواب میں حضرت علامہ اقبال نے ''پیامِ مشرق'' میں اپنی مشہور نظم ''حور وشاعر'' رقم کی)

حور: وہ کیسی دلنواز گھڑی تھی جب میں نے پہلی بار تیرا جاں فزا نغمہ سنا
اس روز میں حسب معمول سرحدات پر تعینات تھی۔
آج ایک بار پھر میں نے فضا میں سرسراہٹ محسوس کی
اور دھیمی دھیمی سرگوشیوں سے مجھے گمان ہوا جیسے تیری آمد آمد ہو
مگر کچھ دیر کے بعد یہ سرگوشیاں دم توڑ گئیں
اور سرحد پار سے یہاں کوئی داخل نہیں ہوا۔
اس وقت صرف تیری گم گشتہ یاد باقی ہے یا وہ جاں فزا نغمہ
جس کی صدائے بازگشت مجھے صاف سنائی دے رہی ہے!

شاعر: عزیز از جاں حور! تیری نوائے شوق سے پوری کائنات وجد میں آ گئی ہے۔
تیرے مشتاقان دید دیوانہ وار تیری طرف لپک رہے ہیں۔
زمین وآسمان کی جملہ مخلوق کی یہ آرزو ہے کہ نبی پاکؐ کے صبا رفتار براق
کی مانند مائل پرواز ہو کر اس در پر حاضر ہو جہاں تو موجود ہے۔
تیرے دیگر احباب کی طرح میں بھی متمنی ہوں کہ تیرا سحر انگیز نغمہ
مجھے بھی آشنائے راز کرے۔
اگر تیری ہم نوا سہیلیاں اس منظر کا مشاہدہ کریں تو
زمین والے بجا طور پر ان کی توجہ اور التفات کے مستحق ہیں۔
وہ توقع رکھتے ہیں کہ انہیں بھی حوروں سے حسین ملاقات کی حلاوت محسوس ہو

انہیں بھی بقدر ظرف اس کی اشد ضرورت ہے تا کہ وہ بھی دونوں جہانوں میں
کامران و بامراد ہوں۔ حوروں کی یہ رفاقت روئے زمین پر ان کی پیہم کوششوں
کا ثمر ہوگی اور وفا اور الفت کا احساس
ان کا دائمی سرمایہء حیات ہوگا۔
حُور با تمکین! اگرچہ تو میرا مقدر ہے مگر میں ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ تو
بہشت کی ابدی راحت سے محروم ہو کر میرے پاس آئے
اچھا یہ ہے کہ تو میرا انتظار چھوڑ کر اور اپنی کسی بہن کو نعم البدل کے طور پر
روئے زمین پر بھیج کر میرے دکھ درد کا مداوا کرے!

---☆---

۲۳۱۔ شاعر: تیرا پیار بے حد کیف و سرور کا حامل ہے
میں اپنی بے کیف تنہائیوں میں ضرور اس نکتہ پر غور کروں گا۔
لیکن سچ سچ بتا کیا زمین کے بدلتے رت بھی تیرے وجود کا حصہ رہے ہیں؟
درحقیقت مجھے بعض اوقات احساس ہوتا ہے اور میں قسم اٹھا کر اس
کا ثبوت بھی مہیا کر سکتا ہوں کہ روئے زمین پر تو کبھی زلیخا کے
روپ میں جلوہ گر تھی!

حور: ہم سب کو آگ۔ پانی۔ مٹی اور ہوا سے تخلیق کیا گیا ہے
لیکن یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ زمین کی آب و ہوا
ہمیں کبھی راس نہیں آئی!
اسی لیے ہم نیچے انسانی مخلوق کے پاس نہیں جاتے۔
ہاں جب وہ یہاں آتے ہیں تو ہمارا وقت ان کی صحبت میں گزرتا ہے۔

شاید تمہیں معلوم ہو کہ اللہ کو ماننے والے جوق در جوق یہاں داخل ہوتے ہیں
ان سب کو ان کے رسول کی شفاعت نصیب ہوتی ہے۔
وہ آتے ہی یہاں بہشت میں متمکن ہو جاتے ہیں
اور پھر ان کا حق بنتا ہے کہ ہم ان کی راحت کا خیال رکھیں۔
ہمارے حسن و جمال کی تو اللہ تعالیٰ نے خود تعریف فرمائی ہے
فرشتوں کی تو ہم پر نظر بھی نہیں پڑی!
اس سب کچھ کے باوجود ایک۔ دو۔ تین (یہاں تعداد کی کوئی قید نہیں)
اور روئے زمین پر بھی تو ان لوگوں کی ایک منظور نظر تھی
اگر ہم سے ان کا موازنہ کیا جائے تو بے حد کم عیار اور کم قیمت ثابت ہوں گی
پھر بھی یہ حضرات ہمیں ہی کم تر سمجھنے میں عار محسوس نہیں کرتے
چاہے ہم کتنی ہی حسین خوش مزاج اور حاضر جواب کیوں نہ ہوں۔
روئے زمین پر نہ جانے ابھی کتنے مسلمان ہیں جنہیں یہاں آنا ہے
حقیقت یہ ہے کہ ہمارے لئے یہ طرز عمل سوہانِ روح تھا
یہ رویہ ہمیں بغاوت پر مائل کرنے کے لئے جواز بن سکتا تھا مگر

ایک بار
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم براق پر تشریف فرما زمین کی طرف جا رہے تھے
ہم ان کی طرف برابر دیکھتے رہے مگر انہوں نے ہم پر نگاہ تک نہیں ڈالی۔
ہم نے حضورؐ کا تعاقب کیا اور ذرا سی دیر کے لیے براق کا محاصرہ کر لیا۔
حضور نبی کریمؐ بے حد شفیق مگر سنجیدہ تھے۔
ان کا انداز سراسر پیغمبرانہ تھا۔
انہوں نے چند مختصر ہدایات جاری کیں

اور پھر کسی کو ان سے اختلاف رائے کا یارا نہ رہا!
یہی وہ لمحہ تھا جب ہم نے تمہاری طرح سوچنا شروع کیا
اور دل میں فیصلہ کرلیا کہ اب ہم نے تمہارا محبوب اور منظور نظر بن کر رہنا ہے۔
یہیں ہماری خود پسندی اور خود بینی دم توڑ گئی
ہم میں سے ہر ایک نے اپنے احتساب کے بعد اپنے آپ کو قائل کرلیا
کہ بہشت کی ابدی زندگی میں کسی کو بھی خالق کے اٹل احکامات
ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں!
اب ہم میں سے ہر ایک اسی سوچ کی حامل ہے۔
وقت کا دھارا پہلے کی طرح بہہ رہا ہے۔
ہم میں سے کسی کا رنگ گندمی ہے کسی کا گلابی
ہماری اپنی چاہتیں ہیں اپنی رقابتیں۔
اور کبھی کبھار ایسا طرز عمل جو کسی کی سمجھ میں نہ آئے۔

(اس شخص کو دیکھو)
وہ بظاہر بالکل پُرسکون اور محو راحت ہے۔
اس (ایک شخص) کے مشاہدے سے ہمارے متعلق
لوگوں کا حسنِ ظن بڑھ رہا ہے۔
اور ہمارے حسن اور شگفتہ مزاجی میں مزید اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔
جب جنت کے مکین (اس تھوڑے پر اس قدر) مطمئن ہوں گویا حقیقت بس یہی کچھ ہے!
لیکن اے شاعر خوش بیاں! تیرا مزاج قدرے آزادانہ ہے۔

بلاشک میں ایک بہشتی مخلوق ہوں۔
میرے لئے تیرا دیدار اور تیری چاہت کسی اعزاز سے کم نہیں۔
تاہم حقیقت یہ ہے کہ میں روئے زمین کی زلیخا نہیں۔
یہ اور بات ہے کہ حسن کے اعلیٰ مراتب پر فائز تیری زلیخا
سر سے پیر تک مجھ بہشتی حور سے مشابہ ہو!

شاعر: تم بہشتی چمک دمک سے میری نگاہوں کو خیرہ کیئے دیتی ہو۔
مجھے معلوم نہیں کہ یہ سب کچھ حقیقت ہے یا فریب نظر؟
میرے پاس تمہاری تعریف وتوصیف بیان کرنے کے لئے
موزوں الفاظ نہیں کہ اس وقت ایک حورِ با تمکین
ایک جرمن کو مسرت بخشنے کے لئے، شاعری کی مروجہ روایات
سے ہٹ کر رطبُ اللسان ہے!

حور: بہتر یہی ہوگا کہ تم یونہی غزل سرائی کرتے ہوئے زمین کی طرف لوٹ جاؤ۔
میں تمہارے خلوص کی مداح ہوں۔
جنتی مخلوق کو سچائی اور خلوص ہی پسند ہے۔
رہے اللہ تعالیٰ کے نیک بندے جنہوں نے دنیا میں کبھی سرکشی نہیں کی۔
یہاں آ کر ان کا لب ولہجہ ذرا کھردرا بھی ہو تو ہمیں افسوس نہیں ہوتا۔
بہشت میں سچے اور کھرے جذبات کی ہمیشہ قدر کی جاتی رہی ہے۔
ہمیں ہر وہ چیز پسند ہے، جس میں کسی قسم کی آلائش نہ ہو!

۲۳۲۔ حور: پیارے شاعر! تمہاری انگلیاں اب تک مجھے چھو رہی ہیں۔
کیا تمہیں کچھ اندازہ ہے کہ ہم نے باہم گفتگو میں کس قدر وقت صرف کیا؟
شاعر: مجھے وقت کے گزرنے کا قطعی احساس نہیں اور نہ ہی مجھے اس کی کوئی پرواہ ہے۔
اس وقت میں جس روحانی کیف و سرور سے گزر رہا ہوں اور جس
اچھوتے اور پائیدار محبت سے میرا واسطہ ہے اس کا لمحہ لمحہ انمول ہے!
حور: اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ تمہاری شخصیت کا ایک اور پہلو بھی ہے جو
تمہیں مدہوش کر کے زمان و مکاں سے بے نیاز کر دیتا ہے
ایسے نایاب لمحات میں تمہاری جرات رندانہ تمہیں فرش کی پستیوں
سے اٹھا کر عرش کی بلندیوں تک لے جاتی ہے!
اب اگرچہ تم اپنی محبت کو نہیں بھولے
لیکن کیا تمہارا گیت ابھی اختتام پذیر نہیں ہوا؟
آہ! سرحد کے اس پار تمہارے گیتوں میں کیسا فسوں تھا!
ان گیتوں میں کیسی شیرینی تھی!
میں جواب کے لئے تمہیں مجبور نہیں کرتی
مگر مجھے ایک بار تم پھر وہی گیت سناؤ
جو تم نے اپنی زلیخا کے لئے بطور خاص لکھے تھے۔

مجھے یقین ہے کہ بہشت کی اس آزاد فضا میں تمہارا فن
اپنے عروج پر ہوگا!

(خلد نامہ)

۲۳۳۔ مراعات یافتہ جانور (Beguenstigte Tiere)

چار جانور ایسے ہیں جنہیں زندگی میں جنت کی بشارت ملی ہے
یہ چار متقی اور پرہیز گار لوگوں کے ساتھ دائمی راحت کی زندگی گزاریں گے

اول ان میں سے بلاشبہ خرِ عیسیٰ ہوگا
اسی کی پیٹھ پر بیٹھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام یروشلم تشریف لائے تھے

دوم متذبذب قسم کا ایک بھیڑیا ہوگا
جس نے حضور نبی کریمؐ کے حکم پر ایک غریب چرواہے کی بھیڑ بالآخر
سلامت چھوڑ دی تھی۔ (گو یہ عمل اس کی جبلت کے خلاف تھا)

سوم اصحاب کہف کا وفادار کتا ہوگا
جو ان کی گہری نیند کے دوران غار کے دہانے پر ہاتھ پھیلائے بیٹھا رہا۔

اور چہارم ابوہریرہؓ کی بلی ہوگی
اسے حضور نبی کریمؐ سے بے حد انس تھا
اور جس وقت یہ ان کے گرد منڈلاتی تھی
حضورؐ شفقت سے اس کے کان سہلاتے تھے۔
بھلا اس سے متبرک دوسری بلی کونسی ہوگی!

(خلد نامہ)

۲۳۴۔ خوب سے خوب تر کی تلاش

یہ اور اس طرح کی اور چیزیں سکھانے سے کیا ہم معتوب و مقہور نہ ہوں گے؟
اگر تمہیں کسی چیز کا عرفان ہی حاصل کرنا ہے تو پھر اپنے من میں
ڈوب کر دیکھ لو
تمہارا اپنا شعور تمہیں بتادے گا کہ انسان تب ہی مطمئن ہوتا ہے
جب اس کی ''انا'' کی حفاظت ہو
یہی طریقہ کار اوپر بھی رائج ہے اور نیچے بھی!

اور ''انا'' کی تسکین کے سامان بے شمار ہیں
جن خوشیوں پر میں یہاں راضی ہوا ہوں
میں چاہوں گا کہ وہ ہمیشہ ہر دور میں میرے ساتھ ساتھ رہیں!

یہ حسین و جمیل باغات۔ یہ خوبصورت بچے۔ یہ پھل پھول
جو یہاں ہماری تسکین کا باعث ہیں
جہان دگر میں بھی جب ہم سب جواں ہونگے ہمیں درکار ہونگے۔

پس میں چاہوں گا کہ میں تمام احباب کو جمع کر کے، جن میں
بوڑھے جوان سب شامل ہوں اپنی لڑکھڑاتی جرمن زبان
میں ایک تقریر کروں جو جنت سے متعلق ہو!

اب تک یہ ہوتا رہا ہے کہ مروجہ زبانوں کو نظر انداز کر کے انسان
اور فرشتے نے ایک خفیہ قسم کی زبان استعمال کی ہے، جس میں

نشے اور گل و گلاب کو وہ اہمیت نہیں دی گئی!

ہم چاہے اپنی طرف سے کیسی ہی گل افشانی کریں یہ سب کھوکھلے
نعرے ثابت ہونگے جن سے آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچنے کے
بجائے آسمانی فاصلے مزید بڑھیں گے!

الفاظ تو آواز اور لہجے کی صورت میں مطلب و معانی
پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں
مگر انسان کے حواس شاید زیادہ قابل اعتماد ہوں
شرط یہ ہے کہ وہ انسان کے ساتھ ساتھ رہیں!

یہی وجہ ہے کہ بہشت میں۔۔۔۔ حواسِ خمسہ کے لیے بھی کچھ نہ کچھ
سامان موجود ہے مگر میرے لیے تو ان حواس سے ماورا بھی
کچھ درکار ہے!

اب میں بالائی حلقوں میں سبک روی سے آ جا رہا ہوں
جہاں اللہ کا فرمان اپنی اصلی حالت میں جاری و ساری
ہر شے کو تقویت پہنچا رہا ہے!

ہم (خوب سے خوب تر کی جستجو میں) اوپر سے اوپر جانے پر مجبور ہیں
اور ہماری منزل کی نہ کوئی حد ہے نہ حساب
ہم عشق کے پروں پر سوار مائل سفر ہیں
اور یہ سفر قیامت تک یونہی جاری رہنے کا امکان ہے!

۲۳۵۔ سات خفتگانِ غار (Siebenschlaefer)

(اصحاب کہف)

ایک تھا بادشاہ۔ اس کے تھے چھ نوجوان درباری۔ بادشاہ بڑا ہی جابر اور متکبر تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کی رعایا اسے دیوتاؤں کی طرح پوجے اور اس کے ہر حکم پر عمل کرے حالانکہ کھانا ☆☆ تناول کرتے وقت وہ اور اس کے سب درباری مل کر ایک حقیر سی مکھی کو دستر خوان پر سے اڑا لینے پر قادر نہ تھے۔ جب درباریوں میں سے ان چھ نوجوان درباریوں نے اپنے بادشاہ کی یہ بے بسی دیکھی تو آپس میں سر جوڑ کر بیٹھ گئے اور سوچا کہ ایک ایسا شخص کیونکر ہمارا معبود و مسجود ہوسکتا ہے جو دیگر فانی بندوں کی طرح کھاتا پیتا اور ان کی مانند بے بس ولاچار ہو۔ اسے چھوڑ کر کیوں نہ ہم ایک ایسے وحدہ لاشریک کی عبادت کریں جو کل جہان کا رب اور آفتاب ومہتاب اور روشن وتاباں کہکشانوں کا خالق ہے؟ چنانچہ انہوں نے اپنا بھیس بدلا اور دربار سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

راستے میں ان نوجوانوں کو ایک نیک گذریا ملا وہ انہیں ساتھ لے کر ایک مہیب غار کی طرف چل دیا۔ گذریے کا کتا بھی باوجود بار بار دھتکارے جانے کے ان کے ساتھ ہولیا۔ یہ سب جا کر اس غار میں پناہ گزیں ہوئے اور کتا غار کے دہانے پر ہاتھ پھیلائے بیٹھ گیا۔ اللہ نے ان ساتوں پر گہری نیند طاری کردی۔

شہزادے کو جب اپنے چھ درباریوں کے فرار کا علم ہوا تو وہ غصے سے پاگل ہوگیا۔ کہنے لگا میں انہیں تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کردوں گا۔ میں انہیں تپتی اگ میں جھونک دوں گا۔ میں انہیں دیوار میں زندہ گاڑ دونگا۔

مگر رب العزت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ ان نوجوانوں پر مقرر محافظ فرشتے نے اللہ کے حضور عرض کیا: رب ذوالجلال! میری یہ کوشش رہتی ہے کہ میں تیرے فرمان کے مطابق ان سات نوجوانوں کو نیند کی کیفیت میں کروٹ بدلنے پر مجبور کروں تاکہ یہ جسمانی طور پر ہمیشہ تروتازہ اور چاق وچوبند رہیں میں نے پہاڑی میں یہاں وہاں دراڑیں ڈال دی ہیں تاکہ سورج کی شعاعیں طلوع وغروب کے وقت غار میں داخل ہوں تاکہ ان کے سرخ وسپید رخسار یونہی شگفتہ رہیں۔ اس

وقت وہ سب غار میں میٹھی نیند سو رہے ہیں۔

اس واقعہ کو جب برسہا برس گزر گئے تو بالآخر وہ نوجوان (اللہ کے حکم سے) ایک روز اچانک بیدار ہو گئے ان میں سے ایک جو سب سے زیادہ بہادر اور تنومند تھا کہنے لگا: ''میں غار سے باہر جا کر سب کے لیے کھانے کا بندوبست کرتا ہوں۔ میرے پاس جیب میں سونے کا سکہ موجود ہے''۔

EPHESUS[1] کے کھنڈر آج بھی کئی سال گزرنے کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیمات پر گواہ ہیں!

---

[1] شہر افسوس جس میں اصحاب کہف کا واقعہ پیش آیا تقریباً گیارھویں صدی قبل مسیح میں تعمیر ہوا تھا۔ اور بعد میں یہ بت پرستی کا بڑا مرکز بن گیا یہاں چاند دیوی کی پوجا ہوتی تھی جسے DIANA کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ اسی کا عظیم الشان مندر عہد قدیم کے عجائبات عالم میں شمار کیا جاتا ہے۔

ایشیائے کوچک کے لوگ اس کی پرستش کرتے تھے اور رومی سلطنت نے بھی اس کو اپنے معبودوں میں شامل کر لیا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد جب مسیحی دعوت رومی سلطنت کے مختلف علاقوں میں پہنچنی شروع ہوئی تو اس شہر کے چند نوجوان بھی شرک سے تائب ہو کر خدائے واحد پر ایمان لے آئے۔ یہ ۲۵۰ عیسوی کا واقعہ ہے۔ ۱۹۷ برس بعد ۴۴۷ عیسوی میں وہ یکا یک بیدار ہوئے جب قیصر تھیوڈوسیس دوم کا عہد حکومت تھا۔ رومی سلطنت مسیحیت اختیار کر چکی تھی اور شہر افسوس کے باشندے بھی بت پرستی ترک کر چکے تھے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب رومی باشندوں کے درمیان زندگی بعد موت اور حشر و نشر کے معاملے میں سخت اختلاف برپا تھا اور قیصر اس بات پر بہت فکر مند تھا کہ لوگوں کے دلوں سے انکار آخرت کا خیال کیسے نکالا جائے۔ ایک روز اس نے خدا سے دعا کی کہ وہ کوئی ایسی نشانی دکھا دے جس سے لوگ آخرت پر ایمان لے آئیں۔ اتفاق کی بات ہے کہ ٹھیک اسی زمانے میں یہ نوجوان جاگ اٹھے۔

(تفہیم القرآن۔ ضمیمہ نمبر ا بہ سلسلہ سورہ کہف حاشیہ نمبر ۹ صفحہ ۱۲

ماخوذ از (MERACULORUM LIBER by Gregory of Tours)

بہرحال وہ نوجوان کھانے کی تلاش میں باہر نکلا اور دیکھا کہ شہر کا تو سراسر نقشہ ہی بدلا ہوا ہے۔ اب نہ تو وہ در و دیوار ہیں نہ وہ شہر پناہ۔ وہ اسی شش و پنج میں قریب ترین نانبائی کے پاس گیا۔ نانبائی نے جونہی نوجوان کے پاس سونے کا قدیم سکہ دیکھا وہ اس سے الجھ پڑا کہ تمہیں یہ غیبی خزانہ کہیں سے ہاتھ آ گیا ہے تم مجھے بھی اس میں اپنا حصہ دار بناؤ!

ہوتے ہوتے بات بادشاہ وقت تک پہنچ گئی۔ اس نے بھی نوجوان پر خزانہ میں حصہ دار بننے کی شرط عائد کر دی! اس وقت ایک عجیب و غریب معجزہ وقوع پذیر ہوا اور کئی ایسی نشانیاں جو نظروں سے اوجھل تھیں ظاہر ہو گئیں مثلاً بادشاہ کے محل میں ایک ستون کے نیچے سے مدفون خزانہ برآمد ہوا۔ جونہی اس خزانے کی خبر پھیلی۔ نسل نسل کے لوگ اس پر اپنا حق جتانے جمع ہو گئے اور ہر شخص دوسرے سے اپنا تعلق خاطر جتانے لگا۔ ان سب لوگوں میں وہ جوان رعنا نمایاں تھا جو کھانے کی تلاش میں نکلا تھا۔ وہ سب کی نظروں کا مرکز بن گیا۔ سب اس سے اپنی قرابت داری ظاہر کرنے لگے۔ انہوں نے بالآخر اس نوجوان اور اس کے ساتھیوں کی اصل کہانی کی تصدیق کی۔ باشاہ اور رعایا دوڑ دھوپ کے بعد جب نوجوان کے تعاقب میں غار کے قریب پہنچے تو غار کا منہ بدستور بند تھا اور وہاں کسی بندہ بشر کے آثار نہ تھے۔

اللہ جل جلالہ نے ان ساتوں نوجوانوں کو (جن کے ساتھ آٹھواں ان کا کتا تھا) نشانی کے طور پر ظاہر کر کے اب حضرت جبریل کی نگرانی میں جنت الفردوس پہنچا دیا تھا!

----☆---

☆☆ ان الذین تدعون من دون اللہ لن یخلقوا ذبابا و لو اجتمعوا له و ان یسلبھم الزباب شیئاً لا یستنقذوہ منه ضَعُفَ الطالب و المطلوب (سورہ حج آیت ۷۳)

(وہ جنہیں تم اللہ کے سوائے پکارتے ہو کبھی پیدا نہ کر سکیں گے ایک مکھی بھی اور اگر وہ سب جمع ہو جائیں اس کے لیے اور اگر چھین لے جائے ان سے وہ مکھی کچھ تو وہ نہیں چھڑا سکتے اس کو اس سے۔ ناتواں ہیں طالب اور مطلوب) (تسہیل القرآن)

۲۳۶۔ شب بخیر! (Gute Nacht)

الوداع! میرے دل ربا نغمو۔ الوداع!
جاؤ اور وہاں بسیرا کر لو
جہاں میرے مخلص اور وفادار دوست بستے ہیں۔
تم ان کے دل میں گھر کر لو۔

جدائی کی ساعت آن پہنچی۔
دعا کرو کہ تمہارا مغنی
بادلوں کی آغوش میں
جبرئیل کے زیر نگرانی
اپنے خستہ و بیمار جسم کو قدرے آرام دے۔
اور جب دنیا جہاں کے سرخرو لوگ
صف در صف جنت میں داخل ہوں
تو تمہارے شاعر کا خالق و مالک
اسے بھی اپنی بے پایاں عنایات سے نوازے۔
اور اسے جاں نثاری کے صلے میں
اپنے مالکِ حقیقی کی قربت حاصل ہو!

(خلد نامہ)

۲۳۷۔ مئے باقی

لفظ دلہا کی طرح ہے
اور لفظ کی روح دلہن کی مانند
یہ دلہا دلہن کی تشبیہ خواجہ حافظ نے استعمال کی ہے
اور ان ہی کو اس کی داد ملنی چاہیے!

(حافظ نامہ)

مجھے کوئی یہ تو بتائے میرا دل کیوں بے تاب و مضطرب ہے؟
میرا دل تیرے قابو میں ہے
تو اسے سنبھال کر رکھنا اور اسے زمانے کی دست برد سے بچاتے رہنا!

(عشق نامہ)

آسمان سے باد بہاری کے دوش پر سوار ایک قطرۂ نیساں سوئے بحر روانہ ہوا
وہاں اس کی مڈبھیڑ ایک ہیبت ناک لہر سے ہوئی
مگر اللہ کے حکم سے اسے صدف کے اندر پناہ ملی
اور جب وہاں سے موتی تابدار برآمد ہوا تو وہ
ہمارے شہنشاہ جہاں پناہ کے تاج کی زینت بنا
اس گہر آبدار کی سج دھج دیکھنے کے قابل ہے!

(مثل نامہ)

بلبل کا نالۂ جگر خراش افلاک کو چیرتا ہوا عرش تک پہنچا
زمین والوں نے اسے سونے کے قفس میں اسیر کیا
بلبل اگر چہ اب پابند سلاسل اور گرفتار بلا ہے
مگر اس کی نالہ و شیون کی عادت اب بھی نہیں گئی!

(مثل نامہ)

ہمارے مشاہدے کی بات ہے کہ کبھی کبھی حق، ناحق کی خوشنما باتوں میں آ کر اس کا ساتھ دینا شروع کر دیتا ہے اور دوسروں کی حق تلفی ہوتی رہتی ہے مگر جھوٹ کا پول جلد ہی کھل جاتا ہے۔ صداقت کو ہمیشہ کے لیے چھپانا ممکن نہیں!

(حکمت نامہ)

کیا یہ کسی طرح ممکن ہے کہ میں تجھے والہانہ پیار کروں اور تیرا وہ ملکوتی نغمہ سنوں جسے سن کر کائنات وجد میں آئے اور نوائے بلبل کی مانند شاخِ گل پر حسیں گلاب مہکیں؟

(زلیخا نامہ)

میں نے زندگی کے بیس برس کسی الف لیلوی کردار کی طرح عیش و عشرت میں گزارے۔ اس دور کا ایک ایک لمحہ میرا سرمایہء حیات ہے۔

(مُغنی نامہ)

......☆......

نیشکر جوں جوں پروان چڑھتا ہے دنیا میں شیرینی کی فراوانی ہوتی جاتی ہے۔ شاعر کے قلم کا بھی یہی حال ہے۔ وہ بھی وقت کے ساتھ ساتھ زمانے کے کان میں رس گھولتا رہتا ہے۔

(مغنی نامہ)

......☆......

وہ ہر قدیم چیز کے درپئے آزار تھے اور بیدردی سے ہر نقش کہن مٹانے پر تلے تھے۔ ان بے چاروں کو کیا معلوم کہ جدید کا ظہور قدیم کے بطن سے ہی ممکن ہے!

(رنج نامہ)

......☆......

اس ظاہر بین دنیا میں اکثر بڑے بڑے کارنامے سرانجام دینے والے خاموش طبع

لوگ کس مپرسی کی زندگی بسر کرتے ہیں جبکہ خود بین وخود نما لوگ انعام واکرام سے نوازے جاتے ہیں۔

(رنج نامہ)

......☆......

تیمور کیا کہتا ہے؟

اے میری طاقت اور سطوت کو درہم برہم کرنے والے اور ایک جری اور بہادر انسان کو حقیر کیڑا سمجھنے والے، بر خود غلط اور گمراہ طوفان! اگر اللہ کو کیڑا بنانا ہی مقصود ہوتا تو میں انسان کے بجائے اس وقت ایک حقیر کیڑا ہوتا!

(رنج نامہ)

......☆......

ایک اہم معاملہ جو اس وقت وضاحت طلب ہے یہ ہے کہ تمہیں کس لوٹ مار کے نتیجے میں اس قدر مال غنیمت ملا۔ جنگ کے شعلے تو اب تک بھڑک رہے ہیں اور شدت کی آگ ابھی سرد نہیں پڑی؟ اب تم للہ یہ رائے قائم نہ کر لینا کہ یہ تو روزمرہ کی چمک دمک ہے اور جنگ تو کب کی ختم ہو چکی۔

میں اس صورت حال سے لاتعلق ہو کر نہ تو آفاق کے بے پناہ وسعتوں میں گم ہوں نہ اس وقت مجھے اعادۂ شباب کی آرزو ہے! اس وقت میں ہر جگہ پہاڑ اور اس کے دامن میں سفید بھیڑوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر دیکھ رہا ہوں۔ ان کے رکھوالے غریب اور صابر چرواہے ہیں جو جنگ کی تباہ کاریوں سے بے خبر نان جویں پر قانع ہیں میرے لیے یہ منظر زیادہ قابل اعتبار اور مسرت بخش ہے۔

عزیز دوستو! میرا مشورہ یہی ہے کہ تم لوگ بھی قناعت اور صبر و تحمل کو اپناؤ۔ دوسری

طرف تباہ کن جنگ کے مہیب سائے اب تک چھائے ہوئے ہیں۔ ڈراؤنی اور تاریک راتوں میں بوجھ سے نڈھال اونٹوں کی بلبلاہٹ کان اور روح کے لیے باعث آزار ہے۔ ان اونٹوں کے ساربان جس طرح لہرالہرا کر فاخرانہ انداز میں انہیں مقتل کی طرف بڑھا رہے ہیں وہ حیران کن ہے۔ یہ لوگ حقیقت سے لمحہ بہ لمحہ دور اور سراب سے قریب تر ہو رہے ہیں۔ بے شمار ریت کے ٹیلوں کے اس پار کی نیلاہٹ انہیں دھوکے میں ڈالے ہوئے ہے اور یہ فریب نظر تباہی کے سوا اور کچھ نہیں!

(رنج نامہ)

.....☆.....

زندگی کا کارواں متحرک اور رواں دواں ہے۔ دنیا والے بلبل کی نغمہ سرائی کو راحت جاں سمجھتے ہیں مگر وہ یہ بات نہیں جانتے کہ بلبل کے دردانگیز نالوں میں اس کا خون جگر شامل ہے! کیا نوع انسانی پر ہر ظلم اس لیے برداشت کیا جائے کہ اس میں کسی خاص طبقے کے لیے تسکین دل کا سامان موجود ہے؟

تیمور کی حکمرانی بھی تو ایسی ہی بربریت تھی۔ اس نے بھی تو بے شمار انسانوں کا خون بہا کر ان کی لاشوں پر اپنے خوابوں کا محل تعمیر کیا۔

(تیمور نامہ)

.....☆.....

میری مہ جبیں! اپنے شیریں یاقوتی ہونٹوں کے فطری تقاضے کو نظرانداز نہ کرو۔ درد محبت کی شافی دوا کیا ہے؟ ایک بوسۂ تازہ و شیریں!

(زلیخا نامہ)

.....☆.....

آفتاب کی کرنوں سے جہاں ہر جاندار کی بقا وابستہ ہے وہاں اس کی گرمی سے انگور کا پک کر تیار ہونا بھی ایک نعمت ہے انگور کی شراب سے رفتار حیات میں تیزی آتی ہے اور یہ کئی عوارض میں مفید و مرغوب ہے مگر اس کے فوائد کم ہیں اور نقصانات زیادہ۔ شراب جہاں ایک بد مست شرابی کے لیے باعث ننگ اور وبال جاں ہے وہاں اعتدال پسندوں کے لیے راحت جاں اور روح پرور ہے۔

(پارسی نامہ)

.....☆.....

غزل سرائی بارہا مسرت بخش ثابت ہوتی ہے اور یوں لگتا ہے گویا ایک اور خوش گو شاعر پردہ غیب سے ظہور پذیر ہونے کو ہے مگر یہ توقعات غلط بھی ہو سکتی ہیں اور نقاب کے پیچھے مخفی چہرہ مایوس کن بھی ہو سکتا ہے۔ حقیقت حال کے ظاہر ہونے پر اس وقت عقل بھی انگشت بدنداں رہ جاتی ہے۔ چنانچہ وقت کا تقاضا ہے کہ خیال تازہ کی غیر موجودگی میں کسی گھسے پٹے خیال کو پنپنے نہ دیا جائے۔

(حافظ نامہ)

جلالؒ[1] و گوئٹے

نکتہ دانِ المنی را در ارم
صحبتے افتاد با پیر عجم

شاعرے کو ہمچو آن عالی جناب
نیست پیغمبر ولے دارد کتاب

خواند بردانائے اسرار قدیم
قصۂ پیمانِ ابلیس و حکیم

گفت رومیؒ اے سخن راجان نگار
تو ملک صیداستی و یزدان شکار

فکرِ تو در کنجِ دل خلوت گزید
این جہانِ کہنہ را باز آفرید

سوزوسازِ جان بہ پیکر دیدۂ
در صدف تعمیرِ گوہر دیدۂ

ہر کسے از رمزِ عشق آگاہ نیست
ہر کسے شایانِ این درگاہ نیست

''داندآن کو نیک بخت و محرم است
زیر کی ز ابلیس و عشق از آدم است''

رومیؒ

نوٹ: ''نکتہ دانِ المنی سے مراد گوئٹے ہے جس کا ڈرامہ ''فاؤسٹ'' مشہور ومعروف ہے۔ اس ڈرامے میں شاعر نے حکیم فاؤسٹ اور شیطان کی قدیم روایت کے پیرائے میں انسان کے امکانی نشو ونما کے تمام مدارج اس خوبی سے بتائے ہیں کہ اس سے بڑھ کر کمالِ فن خیال میں نہیں آ سکتا۔''

(اقبالؒ۔ پیام مشرق)

---

1. جلال الدین رومیؒ

نمونۂ کلام حافظؒ

ستارۂ بدرخشید و ماہِ مجلس شد — دلِ رمیدۂ مارا انیس و مونس شد

نگار من کہ بمکتب نرفت و خط ننوشت — بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

طرب سرائے محبت کنوں شود معمور — کہ طاقِ ابروئے یارِ منش مہندس شد

بوئے مصطبہ ام می نشاند اکنوں یار — گدائے شہر نگہ کن کہ میر مجلس شد

لب از ترشحِ مے پاک کن برائے خدا — کہ خاطرم بہزاراں گنہ موسوس شد

کرشمۂ تو شرابے بعاشقاں پیمود — کہ علمِ بیخبر افتاد و عقل بیحس شد

خیالِ آب خضر بست و جامِ کیخسرو — بجرعہ نوشیِ سلطان ابو الفوارس شد

چو زر عزیز وجودست شعرِ من آرے — قبولِ دولتیاں کیمیائے برمس شد

دو چشمت از دل و دیں ہر چہ داشتم بردند — توانگرے کہ بمستاں نشست مفلس شد

زراہِ میکدہ یاراں عناں بگردانید

چراکہ حافظ ازیں راہ رفت و مفلس شد

(خواجہ شمس الدین حافظؒ)

کتابیات (Bibliography)

1. Poems of Goethe-A selection wih introduction and notes by Ronald Gray- Cambridge at the University Press 1966.
2. Notes to Goethe's poems Vol-II-1958 by James Boyd
3. Selected Essays on German Literature by Barker Fairley.
4. Goethe and World Literature by Fritz Strich.
5. Johann Wolfgang von Goethe. West-Eastern Divan / West-oestlicher Divan rendered into English by J.Whaley Oswarld Wolff (Publishers) Ltd 1974.
6. Goethe, the Lyrist by Zeydel, Edwin. H.
7. Der West-oestliche Divan dtv Gesamtausgabe 5 November 61-Noten und Abhandlungen Mit einem Nachwort von Hellmuth Freiherrn von Maltzahn, Muenchen-Germany.
8. ''کلیات اقبال'' (فارسی) فروری ۱۹۷۳ء غلام علی پبلشرز لاہور صفحہ ۷ سطر اول ۔ دیباچہ پیام مشرق (از علامہ محمد اقبال)
9. ''کلیات'' اقبال'' (اردو) فروری ۱۹۷۳ء غلام علی پبلشرز لاہور۔ صفحہ ۱۷ سطور چار اور پانچ ۔ دیباچہ بانگ درا (از شیخ عبدالقادر)
10. ''مقالات ممتاز'' (ڈاکٹر ممتاز حسن) مرتبہ شان الحق حقی ۔ ادارہ یادگار غالب کراچی۔ ۱۹۹۵ء ۔ صفحہ ۴۴۰ سطور چھ ۔ نو ۔ اور بارہ اور صفحہ ۴۴۸ سطور سات اور آٹھ ۔

11. ''اقبال کامل'' (مولانا عبدالسلام ندوی)۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن۔ ۱۹۸۹ء۔
شکیل پرنٹنگ پریس آرام باغ کراچی۔ صفحہ ۹۶ سطر دو۔

12. ''ذکر اقبال'' (عبدالمجید سالک)۔ بزم اقبال نرسنگھ داس گارڈن کلب روڈ لاہور۔
صفحہ ۲۹۲، ۱۹۵۵ء۔

13. فیروز سنز اردو انسائیکلوپیڈیا۔ تیسرا ایڈیشن ۱۹۸۴ء۔

14. تاریخ ادب عربی از استاذ احمد حسن زیارت ترجمہ عبدالرحمان طاہر سورتی
(شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور۔)

15. (شعر العجم۔ جلد سوم۔ علامہ شبلی نعمانی)

16. (پند نامہ شیخ فریدالدین عطار بہ تحشیہ مولانا قاضی سجاد حسین صدر مدرس عالیہ
فتح پوری دہلی۔ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

17. انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا۔

18. تفہیم القرآن۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی۔

19. تفسیر حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی۔

20. تسہیل القرآن۔

21. دیوان خواجہ حافظ شیرازی
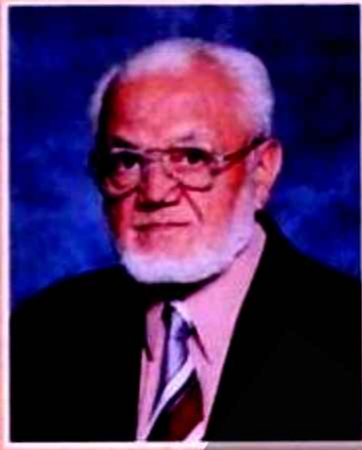
میاں غلام قادر پی ٹی سی ایل کے ریٹائرڈ ڈائریکٹر ہیں۔ صوبہ سرحد کے مشہور و معروف اور مردم خیز گاؤں زیارت کا کا صاحب میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۵ء سے ۱۹۴۹ء تک یعنی آزادی سے دو سال پہلے اور دو سال بعد کے تاریخ ساز دور میں اسلامیہ کالج پشاور میں زیرِ تعلیم رہے۔ (اس دوران حضرت قائداعظمؒ دو مرتبہ یہاں تشریف لائے اور طلباء اور عوام سے خطاب فرمایا)۔ پنجاب یونیورسٹی سے انگلش اور پشاور یونیورسٹی سے اردو میں ایم۔ اے کیا۔ گارڈن کالج راولپنڈی کے بھی ''اولڈ بوائے'' ہیں۔

پشاور یونیورسٹی سے جرمن۔ فرنچ اور ٹرکش میں دو سالہ ڈپلومے حاصل کئے۔ جرمن میں یونیورسٹی بھر میں اوّل آئے اور ''ڈاکٹر ملک عمر حیات گولڈ میڈل'' حاصل کیا۔ یونیورسٹی کے جرمن کلب کے سیکرٹری اور صدر رہے۔ دورانِ ملازمت یورپ کے بیشتر ممالک کی سیر کی اور وہاں کے مکینوں سے ''زبانِ یار'' میں باتیں کیں۔

حضرت علامہ محمد اقبالؒ کے کلام سے بے حد شغف ہے چنانچہ ''پیامِ مشرق'' کے توسط سے گوئٹے سے متعارف ہوئے اور ان کے ''West-Oestlicher Divan'' کے نثری اُردو ترجمے کی طرف متوجہ ہوئے جو ''دیوان شرق و غرب'' کی صورت میں غالباً اب تک برِصغیر میں پہلی سنجیدہ کوشش ہے۔ گوئٹے کا ''دیوان شرق و غرب'' ہمارے لئے اس لئے اہم ہے کہ اس میں ''اسلامی دنیا'' اور حضور نبی کریم ﷺ سے بے انتہا عقیدت کا اظہار کیا گیا ہے اور اس کی پہلی نظم ''ہجرت'' ہی ایک جہانِ معنی لئے ہوئے ہے۔ بقول حافظ

دو چشمت از دل و دیں ہرچہ داشتم بردند
تو اگرے کہ بمستان نشست مفلس شد!

نیشنل بک فاؤنڈیشن
اسلام آباد

لاہور۔ راولپنڈی۔ ملتان۔ بہاولپور۔ کراچی۔ سکھر۔ حیدرآباد
لاڑکانہ۔ نواب شاہ۔ جیکب آباد۔ پشاور۔ ایبٹ آباد۔ بنوں۔ کوئٹہ

قیمت: -/100 روپے